اِسلام کہاں ہے؟
یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی
السِّلْمِ کَآفَّةً
اے ایمان والو!
داخل ہو جاؤ اسلام
میں پورے۔
(سورۃ البقرہ، آیت ۲۰۸)
تالیف
عزیز احمد صدیقی
منجانب: آپ کا ایک خیر خواہ بھائی
رابطہ کیلئے پتہ
پوسٹ بکس نمبر 81 کراچی 74200
یہ کتاب مفت تقسیم کی گئی

یَوْمُ الْحِسَابُ

یَعْنِی قیامت کے دِن جزاء و سزا کا فیصلہ ہوگا

مُحتاجِ دُعاء

میری والدہ ماجدہ

ذکیہ اِقبال (مرحومہ)

زوجہ شیخ علاؤالدین

اور میرے بھائی

سُہیل اکبر شیخ مرحوم ومغفور کی

اللہ ربّ العالمین مغفرت فرمائے اور اپنے

جوارِ رحمت میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے۔

(آمین ثُمّ آمین)

احسن عبّاس

اِسلام کہاں ہے؟
تالیف
عزیز احمد صدیقی
منجانب
آپ کا ایک خیر خواہ بھائی
رابطہ کے لئے پتہ
پوسٹ بکس نمبر ۸۱ کراچی نمبر ۷۴۲۰۰

نام کتاب .... اسلام کہاں ہے؟

تالیف .... عزیز احمد صدیقی

سالِ اشاعت ۱۹۷۶ء

تعداد .... ایک ہزار

تعداد صفحات ۶۴

اشاعتِ ثانی ۲۰۰۲ء

انتسابِ عقیدت

یہ رسالہ ہم اپنے کسی سابق سُنی بھائی کی تحریک پر دوبارہ شائع کر رہے ہیں۔ مؤلف نے نظرِ ثانی کے بعد کچھ مضامین بڑھا دیے ہیں جو ایسے متشککین کے لئے تقویتِ ایمان کا باعث ہوں گے۔

دُنیا میں فطرت کا قانون جاری و ساری ہے۔ اچھی چیزیں سڑ گل کر فضلہ بن جاتی ہیں۔ اِس سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ سمجھدار باغبان فضلے سے کھاد بنا کر روئیدگی کا عمل تیز کر دیتے ہیں جس سے چمن پھولوں سے اٹ جاتے ہیں اور باغ ثمر آور ہو جاتے ہیں یہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں وہ جسے جیسی چاہتا ہے توفیق و ہدایت دیتا ہے۔

ہم اپنے بھٹکے ہوئے بھائی کو جو سابق سُنی ہونے پر فخر کرتا ہے کسی اُستاد کا قدرے تصرّف کردہ شعر سنا سکتے ہیں:

ایں طُرفہ تماشا از عبدِ کریم آید
مُشتاق[1] نجف بینی مرذود حرم را

والسّلام

عزیز احمد صدیقی

---

[1] زوّار

فہرست مضامین

تعارف مؤلف

عزیز احمد صدیقی یوپی کے مشائخانہ ماحول میں ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عربی و فارسی تعلیم خاندانی روایات کے مطابق گھر پر ہوئی۔ والدین کی خواہش تھی کہ عالم دین بنیں اور دیوبند سے فارغ التحصیل ہوں۔ مگر اُن کو کسب معاش کے لئے شعبۂ دین پسند نہ آیا۔ انگریزی تعلیم کے لئے اپنے چچا کے پاس حیدر آباد دکن چلے گئے اور انٹر تک پڑھ کر نظام ریلوے میں مُلازمت اختیار کرلی۔ سقوطِ حیدر آباد کے بعد ۱۹۴۹ء میں پاکستان آئے اور ایک تیل کمپنی میں مُلازم ہوگئے۔

۱۹۶۰ء میں محمود احمد عباسی کے ساتھ احیاءِ دینِ رسولِ عربی میں سرگرمِ عمل ہوئے۔ مُلازمت کے ساتھ کثرتِ مطالعہ اور تصنیف و تالیف کے مشاغل نے بصارت خراب کردی لیکن اُن کے جوش و شوق میں فرق نہ آیا۔ وہ ۴۰ سال تک اسلامیات پر تحقیقی مواد فراہم کرتے رہے۔ اسلام پر عجمی اثرات کی نشان دہی اُن کا نصب العین تھا۔ وہ ابھی بہت کچھ کرنا چاہتے تھے لیکن موت نے اتنی مہلت نہ دی اور آخرکار وہ ۱۹۹۹ء میں اس دارِ فانی سے کوچ کرگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن O

موصوف اظہارِ حق کے لئے الفاظ چبانے اور گول مول باتیں کرنے کے قائل نہیں تھے۔ اُن کی کتابوں سے فرقہ پرست مولویوں کی زبان طعن بند ہوگئی اور نوجوان نسل کو وہ حقائق مل گئے جن کی اُن کو تلاش تھی۔ اسلام اتحاد کا داعی ہے اور اتحاد صرف توحید پر ہوسکتا ہے آثار سے ظاہر ہے کہ ساری دُنیا کے مسلمانوں کو متحد ہوکر اسلام کا بول بالا کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف کی کتابوں کی مانگ اندرون و بیرونِ مُلک سے آرہی ہے اور انہیں بار بار شائع کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اُنہیں جنتُ الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

احسن عباس

مورخہ ۲ جولائی ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ
وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ
وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط
آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا
اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے
اسلام کو دین پسند کیا۔
(سورۃ المائدہ۔ آیت ۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کہاں ہے؟

وَانتُمُ الاَعلَونَ اِن کُنتُم مُؤمِنِینَ۔ مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ تم ہی غالب رہو گے اگر صاحبِ ایمان رہے۔!

اور ہمارے مُلک پاکستان کا دعویٰ ہے کہ یہ اسلامی مُلک ہے۔ کبھی یہ دُنیا کا سب سے بڑا اسلامی مُلک ہُوا کرتا تھا۔ اِس کی آبادی دس کروڑ تھی۔ یہ دس کروڑ مُسلمان چالیس کروڑ ہندوؤں سے جو خود تین سو ذاتوں اور قوموں میں مُنقسم تھے ڈر کر اپنا ہانڈی چولہا الگ کرنے پر اَڑ گئے تھے کہ مُبادا ہندو جو گوشت کھانے لگا ہے اُن کے مُنہ کی ہڈی چھین لے۔ مگر پھر بھی مغلوب ہی رہے۔

کہتے ہیں کبھی ایک لاکھ بلکہ صرف دس ہزار مُسلمان اِس برِصغیر کو فتح کرنے اور اِس پر بلوچستان سے برما تک حکومت کرنے کے لئے کافی ہوتے تھے۔ وہ مُسلمان تھے۔

ہم اِن کی دوغلی اولاد جو ہندوؤں اور شیعوں میں پل کر بڑے ہُوئے، اتنے ہی مُٹھی بھر انگریزوں کی دوسو سالہ غلامی میں چلے گئے۔ ہماری مُسلمانی کام نہ آئی۔ ہم آزاد ہو کر ایک خطۂ زمین کے وارث ہُوئے تو نہیں جانتے تھے کہ حکومت کرنے اور آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے کن اوصاف کی ضرورت تھی۔ ہمارے اربابِ اقتدار ہدایت کے لئے کبھی برطانیہ اور امریکہ کی طرف دوڑتے اور کبھی رُوس اور چین کی طرف اور اُس سہارے سے رجوع نہ کر سکے جس نے یہ دن دکھلائے تھے۔

ہمارے عوام اَب بھی کہیں داتا جی سے لو لگائے ہُوئے ہیں کہیں لعل شہباز قلندر سے کوئی خواجہ سے مانگتا ہے۔ کوئی غوثِ اعظم سے۔ پھر یہاں مُشکل کُشا اور حسینؑ کے پُجاری ہیں جنہیں نجف و کربلا سے اِشارے مِلتے ہیں کہ اَپنے بچّوں کو اِسلامی کتابیں نہ پڑھاؤ ورنہ وہ مُسلمانوں میں مِل کر مُسلمان ہو جائیں گے۔

اَب پتہ چلا ہے کہ یہاں پاکستانی قوم کوئی نہیں۔ یہ چار صُوبوں کا وفاق ہے۔ جس میں بلوچی، پٹھان، پنجابی اور سندھی آباد ہیں۔ جن میں تھوڑے سے ہندوستانی زبردستی پاکستانی بن کر گھس آئے تھے۔ اُن کو مشورہ دِیا جاتا ہے کہ اِسلام اور پاکستان بھول جاؤ اور نیو سندھی، نیو بلوچی اور نیو پٹھان بن جاؤ۔ اور یہ غلط بھی نہیں۔ قائدِ اعظم اور آغا خان کی بنائی ہُوئی مُسلم لیگ کا پاکستان تو لارڈ مونٹ بیٹن اور ابوالکلام آزاد کی پیش گوئی کے مُطابق 16 دِسمبر 1971ء کو پچیس سال سے چھ ماہ پہلے ہی ٹوٹ چُکا ہے۔ اَب اُردو بولنے والوں کو حالات سے مصالحت کر لینا چاہئے اور یہ نہ سوچنا چاہئے کہ مارواڑی، مرہٹی اور گجراتی بولنے والے خوجے میمن بغیر سندھی جانے سندھی ہیں۔ یا بروہی اور بلوچی بولنے والے مکرانی سندھی کیوں ہیں۔ آپ تو یہ دیکھئے کہ پاکستان بنانے والے راجہ محمود آباد گھر سے بے گھر ہو کر بقول غالب:

مارا دیارِ غیر میں مُجھ کو وطن سے دُور
رکھ لی ترے خُدا نے تری بیکسی کی شرم

کا مِصداق کیوں بنے۔ اور جس کام کے لئے حبیب بینک نے بڑے بڑے کربلا ٹرسٹ قائم کئے تھے۔ اِس کام کا حشر کیا ہُوا۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَار۔

عُزیر احمد صدّیقی

ہمارے دینی رہنما

آج سے پچیس سال پہلے لیاقت علی مرحوم نے ایک بڑے خودساختہ مولوی صاحب سے کہا جو خدائی فوجداروں کی فوج تیار کر رہے تھے کہ مولانا آپ پاکستان میں اسلام کی تبلیغ فرمایئے اور مسلمانوں کو مسلمان بنانے کی کوشش کیجئے۔

مولوی صاحب نے جواب دیا۔ سبحان اللہ تم معاشرے میں گندگی پھیلاؤ اور ہم اُسے صاف کریں۔ ہم اِس نالی کو بند کرنا چاہتے ہیں جہاں سے گندگی نکل رہی ہے............

گویا موصوف نجاست، طہارت، زکوٰۃ، جزیہ، جہاد اور ختمِ نبوت جیسے علومِ دین پر چند کتابیں بیچ کر اُمورِ جہاں بانی کے ماہر بن گئے ہیں۔

آپ کا خیال ہے کہ حکومت مولویوں کے ہاتھوں میں آجائے گی تو معاشرہ سُدھر جائے گا۔ چور چوریاں چھوڑ دیں گے۔ منافع خور منافع نہ لیں گے۔ راشی اور بددیانت حکام دین دار و متقی بن جائیں گے۔ عورتیں پردے میں چلی جائیں گی۔ اور مرد پھر درگاہوں اور خانقاہوں میں بیٹھ کر ہُو حق کے نعرے لگانے لگیں گے۔ پھر اگر شیطان نے کسی کو ورغلایا تو جنابِ امیر اس کے پیچھے ایک مولوی لگا دیں گے۔

مگر مولوی صاحب نے شاید اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں پڑھا یا اُسے اپنے مفیدِ مطلب نہیں پاتے:

إِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۝

(سُورۃ الاعراف۔ آیت ۱۲۸)

مُلک تو اللہ کا ہے۔ وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اُس کا وارث بنا دیتا ہے۔

مولوی صاحب نے دس کروڑ مسلمانوں میں سے صرف چند ہزار کو چُن کر اپنی علیحدہ جماعت بنا ڈالی ہے۔ یہ جماعتی مسلمان عام مسلمانوں سے اُونچے درجے کے مسلمان سمجھے جاتے ہیں (مودودی صاحب کا اسلام تو وُہی مروّجہ اسلام ہے جو کوفہ و بغداد میں تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں تیار ہو گیا تھا۔ مگر تنظیم چونکہ ایران کے شیخ الجبل حسن بن صباح کے اُصول پر ہے۔ یہ عوام سے زیادہ خواص میں مخصوص ذہنیت کے لوگوں کو چُنتے ہیں جو اُن کے مفید مقصد ہوں۔)

دُوسرے علماء دین

یہاں مسلمانوں کی یہ واحد جماعت نہیں جو اُونچے درجے کے مسلمان پیدا کرتی ہے۔ آپ جس مولوی یا مجتہد کے پاس جائیں گے وہ آپ کو اُونچا مسلمان بنا دے گا۔ وہ اُدکاڑوی ہو یا بریلوی، جعفری امامیہ ہو یا اسمٰعیلی، احمدی ہو یا پرویزی[1]، اہلِ سُنّت ہو یا چکڑالوی[2] اہلِ قرآن سب کا یہی حال ہے۔ سب کا اسلام جُدا اور سب کی عبادت گاہیں جُدا جن میں دُوسروں کا آنا منع ہے۔

---

[1] پرویز صاحب ڈاروِن کے چیلے ہیں۔ آپ کا قرآنی ترجمہ سمجھنے کے لئے بوزینہ کا دماغ درکار ہے۔ آپ محکمات کو نظر انداز کر کے نوجوانوں کو متشابہات کے چکر میں پھنساتے اور گمراہ کرتے ہیں۔ تاہم اُن کی کتاب شاہکار رسالت میں ارمغانِ عجم کا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اِن زِندہ بزرگوں کی جماعتوں کے علاوہ کچھ مُردہ بزرگوں کی جماعتیں ہیں جو قادری، چشتی، صابری، وارثی، تاجی، طِبّی، ترارِی مشہور ہیں۔ جن کے پیر ہر سال منتوں، مُرادوں اور بندگی سلامی کے لئے کفرستان ہند و بغداد و کربلا و مشہد کے چکر لگاتے ہیں۔ وہاں قبروں کی خاک چاٹتے اور منہ پر ملتے ہیں اُن سے اِمداد کے طالب ہوتے ہیں۔ اُن کو سجدے کرتے ہیں اُن سے مُرادیں مانگتے ہیں مگر اُنہیں مُشرک اور گمراہ نہیں کہا جا سکتا۔ اِس سے اُن کی دل آزاری ہوتی ہے۔ یہ ایک دُوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے[1] ایک دُوسرے کے پیر اِمام اور بزرگ کو نہیں مانتے صرف اپنے اپنے بزرگوں پیروں کے گُن گاتے رہتے ہیں۔

پرتُو دیکھ کر خوشی ہوئی یعنی روڑے پتھر چن کر اپنا محل بنا لیتے ہیں۔ حوالے نہیں دیتے۔

[2] چکڑالوی اہلِ قرآن غالباً اسمٰعیلی باطنی ہیں جو اب مسلمانوں میں مل کر اُن کو گمراہ کر رہے ہیں۔ یہ اللہُ اکبر کی جگہ علیا کبیرا اور علی اللہ سکھاتے ہیں۔ اور تین وقت کی نماز پڑھتے ہیں جو طِبّی بہوروں کا مذہب ہے۔ دیکھئے خوجے اور بہورے (خُداوند کو الوداع)۔

[3] ایک ایسے ہی مُلا جی حج کے لئے گئے تو اِمام حرم کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر کے اپنی علیحدہ جماعت لگانے لگے۔ قاضی شہر نے پُوچھا تو فرمایا۔ ہم سُنّت والجماعت ہیں وہابیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ قاضی صاحب یہ بات مان لیتے تو وہ تمام دُنیا بھر کے مُسلمان جو حج کے دوران ایک اِمام کے پیچھے نماز پڑھتے تھے کافر قرار پا جاتے۔ چُنانچہ فتویٰ دیا کہ اِس جاہل کا جو دُنیا بھر کے مُسلمانوں کو کافر سمجھتا ہے سر قلم کر دیا جائے۔ کہتے ہیں کہ پاکستانی سفیر نے بڑی مُشکل سے مُلا کی جان بچائی۔ مگر اِس شرط پر کہ وہ سرزمین حجاز سے فوراً نکالا جائے اور پھر کبھی نہ آئے۔ معاذ اللہ یہاں ایسے لوگ عالمِ دین کہلاتے ہیں اور وہ قوم کی اِمامت کرتے ہیں۔

ہمارے بچپن کا اسلام

ایک زمانہ تھا ہندوستان میں لڑائی جھگڑوں کا نام نہ تھا۔ ہندو مسلمانوں کے بھائی بند تھے۔ اور شیعہ سُنّی تو گویا ایک ہی تھے۔ آپس میں شادی بیاہ ہوتے، رشتہ داریاں اور قرابت داریاں ہوتیں۔ سُنّی اماموں کا احترام کرتے، تعزیہ رکھتے، مرثیے پڑھتے، شربت پلاتے اور شیعہ اُن کے پیروں شہیدوں کی منقبت پر کتابیں لکھتے، جنہیں سب مل کر پڑھتے۔

ہمارے شیعی اثرات

دس بارہ سال کی عمر میں ہم اپنے ننھیال لکھنؤ گئے تو نانی جان نے محرم میں مجھے امام حسینؓ کا فقیر بنایا اور سبز کپڑے پہنائے۔ پھر پڑوس میں بھیجا کہ امام کے نام کی خیرات مانگ لاؤں۔ میں نے بھیک مانگنے سے انکار کر دیا تو پڑوسی خود ہی آگئے اور روپیہ اٹھنی چوّنی دینے لگے۔ یہ سب نانی صاحبہ نے وصول کیا۔ وہ سیدانی تھیں۔ زور و شور کا محرم منایا، شربت بٹا، ملیدہ تقسیم ہوا اور رات کے لئے پلاؤ پکا جس میں شیعہ سُنّی سیدانیاں شریک ہوئیں۔ ہم نے بھی اُن کے ساتھ لمبے لمبے ہاتھ مارے۔

ساتویں تاریخ سے اصل محرم شروع ہوا۔ شہر کے مختلف گوشوں سے حسین حسین کا شور سُن کر مجھے دیہاتوں میں جاڑوں کا موسم یاد آگیا۔ میں نے کہا امّی ہمارے فتح پور میں گیدڑ اسی طرح ہوا ہوا کرتے ہیں۔ والدہ کو ہنسی آگئی مگر نانی صاحبہ برافروختہ ہوگئیں اور فرمایا تم لڑکے کو بدتمیز بنا رہی ہو اماموں کا نام لیا جا رہا

ہے اَور وہ کہتا ہے کہ یہ گیدڑوں کا شور ہے۔

شام کو نانی صاحبہ مجھے لے کر میرن صاحب کی زنانی مجلس میں پہنچیں اُنہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور مسند پر بٹھایا گیا۔ میری بھی بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ لڑکے لڑکیاں مجھے کھینچ کر ایک طرف لے گئے اور اپنے درمیان بٹھا لیا۔ سب مجھے عجیب انداز سے دیکھ رہے تھے۔ کوئی میرا نام پوچھتا اور مسکرا دیتا۔ کوئی قصبے کا نام معلوم کرتا اور ہنس دیتا ایک لڑکی جو میری ہم سن تھی پوچھنے لگی تم سُنی ہو؟ میں نے یہ لفظ پہلے کبھی نہیں سُنا تھا۔ گھبرا کر کہا نہیں۔ سب ہنس پڑے۔ اُس نے پھر پوچھا تو کیا تم شیعہ ہو؟ میں اور بھی چکرا گیا اور جلدی سے بولا مجھے نہیں معلوم۔

اِس پر ایک قہقہہ لگا۔ ایک بڑی لڑکی نے کہا کیوں ستاتے ہو بیچارے کو دیہات سے آیا ہے۔

اِس کے بعد مرثیے شروع ہوئے۔ کچھ سب نے مِل کر گائے۔ کچھ فرداً فرداً گائے گئے۔ ایک محترمہ نے تقریر شروع کی لڑائی کی باتیں ہوئیں۔ جنگ میں بہادری کا ذکر ہوا۔ لوگ مولی گاجر کی طرح کاٹے گئے۔ گھوڑے ہوا میں اُڑے، تلواریں بجلی کی طرح چمکیں، اِس کے بعد کوئی مارڈالا گیا اور زور کا کہرام مچا، پھر سب کھڑے ہو کر چھاتیاں پیٹنے لگے اور حُسین حُسین چلانے لگے۔ اِس منظر سے گھبرا کر میں نانی جان کے پاس پہنچا وہ کھڑی ہوئی آہستہ آہستہ سینے پر اُنگلیاں چلا رہی تھیں۔ اُن کو دیکھ کر میں نے بھی ہاتھ سینے پر رکھ لیا، مجلس ختم ہوئی، سب چلنے کی تیاریاں کرنے لگے، اِتنے میں دروازے پر ایک ہُلڑ ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ تبرک تقسیم ہو رہا ہے۔ اُسے لینے کے لئے سب ایک دوسرے پر چڑھے جا رہے ہیں۔

آخر میں ہم باہر نکلے تو میں نے دیکھا کہ وُہی لڑکی جس نے مجھ سے سوالات کئے تھے میرا حصّہ لئے کھڑی تھی۔ نانی نے کہا رجو تمہیں ان کے حصّے کا بڑا خیال رہا، مگر یہ تو بالکل اُجڈ ہیں۔ اِن کے ماں باپ نے اِن کو آدابِ مجلس بھی نہیں سکھائے۔ رجو پٹاخ سے بولی نانی جان آپ فکر نہ کریں میں سکھادُوں گی۔

دُوسرے دن رجو کی اماں مجلسوں کے لئے صُبح سے نکل گئیں۔ رجو ایک رُومال میں تھوڑی سی مٹھائی لے کر آئی۔ تھوڑی دیر نانی جان سے باتیں کر کے میرے پاس آگئی اور آتے ہی بولنے لگی۔ کل لڑکے اور لڑکیاں تمہیں ستا رہے تھے۔ یہ لوگ دیہات سے آنے والوں کو اِسی طرح ستاتے ہیں۔ میں نے دیکھا تم پریشان تھے۔

مَیں نے کہا جی ہاں اِسی لئے آپ نے پُوچھا تھا کہ میں سُنّی ہوں یا شیعہ۔

وہ بولی۔ ہاں میں اُن کو بتانا چاہتی تھی کہ تم شیعہ نہیں ہو تمہیں نہ ستائیں اور اِس کے بعد پھر تم سے کسی نے کچھ نہیں کہا۔

مَیں نے کہا جی ہاں وہ جی بھر کے ہنس لئے اور کیا کہتے۔

نہیں نہیں وہ بولی وہ تو تمہارے بھولے پن پر ہنسے تھے۔ تم اِتنے بڑے ہو گئے اور شیعہ سُنّی نہیں جانتے۔

مَیں نے پُوچھا سُنّی کسے کہتے ہیں۔

کہنے لگی سُنّی ہمارے اِماموں کو نہیں جانتے۔ وہ اپنے چار خلیفہ کی رٹ لگاتے ہیں جن سے ہم نفرت کرتے ہیں۔

مَیں نے کہا اور شیعہ کون ہے۔

بولی شیعہ اپنے بارہ اِماموں کو معصوم مانتے ہیں۔ اُن کا اِحترام کرتے ہیں اُنہی کے نام سے عَلم تعزِیہ رکھتے ہیں۔ اور ماتم کرتے ہیں۔

مَیں نے پُوچھا اور سُنّی کیا کرتے ہیں؟

بولی مجھے کیا پتہ تُم جانتے ہو گے۔

مَیں نے کہا مَیں تو کچھ نہیں کرتا صرف پڑھتا اور کھیلتا ہُوں۔

وہ ہنسی اور بولی پڑھتے ہو اور نہیں جانتے کہ سُنّی کون ہوتے ہیں۔

مَیں نے پُوچھا تو کیا ہماری نانی جان شیعہ ہیں؟

کہنے لگی نہیں وہ سیّدانی ہیں۔ پہلے سب سیّد شیعہ تھے۔ سُنّی بادشاہوں کے ڈر سے بہت سے سُنّی ہو گئے۔

مَیں نے پُوچھا کیا بادشاہ سُنّی ہوتے ہیں؟

کہنے لگی تُم نے کیا خاک پڑھا ہے۔ عالمگیر بادشاہ بڑا ظالم تھا۔ وہ شیعوں کو ستاتا تھا۔ اِس سے ڈر کر لوگ سُنّی ہو گئے تھے۔ اور اپنے بچّوں کی شادیاں سُنّیوں میں کرنے لگے تھے۔ اِس طرح سُنّی سیّد بھی پیدا ہو گئے۔

مَیں نے پُوچھا تمہیں یہ سب کِس نے بتایا۔

کہنے لگی ہمارے گھروں میں مجلسیں ہوتی ہیں۔ مجلسوں میں یہی سب کچھ بتایا جاتا ہے۔

مَیں نے کہا ہم لوگ عید بقرعید مناتے ہیں اور میلاد شریف کرتے ہیں اور تُم ماتم مرثیہ رونا پیٹنا کرتے ہو۔ یہی فرق ہے مگر مجھے رونا پیٹنا پسند نہیں۔

وہ چڑ کر بولی ابھی تک تو شیعہ سُنّی کا نام بھی معلوم نہ تھا اور اب مجھے فرق

سمجھانے لگے۔ میاں خوشی کے تہوار تم کیا جانو یہ تو سب ہم ہی نے تم کو دیئے ہیں۔ تمہیں تو یہ بھی خبر نہیں کہ تمہارے پیغمبرؐ صاحب پیدا کب ہوئے تھے۔ ہم اُن کے یومِ وفات پر خوشیاں مناتے ہیں کہ اُس دن نبوت ختم[1] ہوئی اور امامت کا دور شروع ہوا۔ تم اُسے اُن کا یومِ پیدائش سمجھ کر ہمارے ساتھ خوشیاں منا لیتے ہو۔ ہم پندرہ شعبان کو اپنے صاحبِ عصر امام آخر زماں علیہ السلام کی ولادت کا جشن مناتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں۔ تم اُسے اپنے مُردوں کے حساب کتاب کا دن سمجھتے ہو اور حلوہ پکاتے ہو۔ ہمارے یہاں خوشیوں کے تہوار تم سے کہیں زیادہ ہیں۔ تم تو صرف عید بقر عید جانتے ہو۔ ہمارے پاس عید نوروز ہے، عیدِ رجب ہے، عیدِ شعبان ہے اور عیدِ غدیر ہے جس کے مزے تمہارے فرشتوں کو بھی نہ معلوم ہوں گے۔

میں نے پوچھا۔ اِس میں کیا ہوتا ہے؟

اُس کی آنکھوں میں شرارت ناچنے لگی۔ مسکرا کر آگے بڑھی مجھے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور .... پھر بولی "یہ ہوتا ہے"۔

---

[1] شیعہ عقیدہ ہے کہ مطلع امامت مقطع نبوت ہے۔ یعنی امامت کا دور شروع ہوا تو نبوت ختم ہو گئی۔ اسی کو ختم نبوت کہا جاتا ہے۔ سُنی جہالت سے شیعوں کے ساتھ ختم نبوت پر ایمان لے آئے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ نبوت ختم ہو گئی تو اسلام کہاں رہا۔ حضور ﷺ خاتم المرسلین اور خاتم الانبیاء تھے۔ یعنی اُن کے آنے سے تمام پہلی شریعتیں ختم ہو گئیں مگر آپ کی نبوت قیامت تک جب تک قرآن باقی ہے قائم رہے گی۔ بلکہ قیامت کے بعد بھی شفاعت کے لئے آپؐ کی نبوت کی ضرورت ہوگی۔ پس ختم نبوت کا نعرہ لگانا اپنی شیعیت کا اعتراف کرنا ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں ہمارا مولوی شیعیت کی پیداوار ہے۔

مَیں گھبرا کر کمرے سے بھاگا۔ وہ میرے پیچھے دوڑی اور نانی جان سے کہنے لگی۔ نانی اَمّاں آج اِنہیں ہمارے ساتھ شاہ نجف حُسین آباد کا اِمام بارگاہ اور حضرت عبّاس کی درگاہ دیکھنے بھیجئے۔ اِنہوں نے روشنیاں اور چراغاں نہیں دیکھا ہے۔

اُنہوں نے کہا لے جاؤ اگر کوئی بڑا ساتھ جائے۔

مَیں نے کہا مَیں رَجّو کے ساتھ نہیں جاؤں گا یہ بڑی خراب لڑکی ہے۔ رَجّو نے ایک قہقہہ لگایا، نانی اَمّاں اور اَمّی بھی ہنسنے لگیں۔

مُحرّم کے بعد ہم فتح پُور واپس چلے تو نانی اَمّاں نے والدہ کو یاد دِلایا کہ اِسی طرح مُحرّم میں اِسے اِمام حُسینؓ کا فقیر بنانا۔ مگر ہمارا ددھیال مشائخوں کا خاندان تھا۔ والد نے سُنا تو برہم ہوئے۔ والدہ کو سمجھایا کہ مُحرّم کی رسُوم مُشرکانہ خرافات ہیں جن سے مُسلمانوں کو گُمراہ کیا جاتا ہے۔ خبردار میرے بچّوں کو اِس جہالت میں نہ ڈالنا۔

اِس طرح میرے اِسلام کی ایک شاداب و بار آور شاخ سُوکھ گئی جس میں نہ جانے اور کیا کیا رنگینیاں اور لذّتیں تھیں جو حاصِل ہونے سے رہ گئیں۔

ہمارے صُوفی اثرات

شیعی اثرات کے بعد جن سے والد صاحِب نے بچا لیا۔ شاید خیال ہو کہ مشائخوں کا اِسلام شیعہ اِسلام سے بہتر ہوتا ہے۔ تو میرا تجربہ وہاں بھی تلخ رہا۔ رُوداد سُنیئے۔

فتح پُور ضلع بارہ بنکی اُودھ میں شاہ لالہ میاں ہمارے خاندانی وَلی اللہ تھے۔ اُن کو اورنگ زیب عالمگیر نے جاگیر عطا فرمائی تھی۔

انتقال کے بعد مُریدوں کے اِصرار پر اُن کی قبر گھر ہی میں بنالی گئی۔ اور وہ تین سو سال سے پُوجی جارہی تھی۔ دُور ودراز سے مخلوق آتی، سجدے کرتی، چڑھاوے چڑھاتی، نذرانے دیتی اور دین ودُنیا کی فلاح حاصل کرتی، منّت پُوری ہو جاتی اور کام بن جاتا تو کوئی مٹھائی رکھ جاتا، کوئی چادر چڑھا جاتا کوئی رُوپے اور پیسے دے جاتا، کوئی چراغ جلا جاتا، کوئی پُھول چڑھاتا، ہندو مُسلمان کی اِس میں کوئی قید نہ تھی۔

لیکن یہ عجیب بات تھی کہ ہم گھر والے اِس قبر کو سجدہ نہ کرتے تھے، اور نہ چڑھاوے چڑھاتے نہ اِس پر دُعائیں مانگتے۔ بعد کو معلوم ہُوا کہ ہمارے اکثر بزرگ دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے، وہ قبر پرستی کے خلاف تھے۔ مگر چونکہ یہ ایک آمدنی کا اچھا ذریعہ تھا اِسے ختم کرنا بھی مُناسب نہ تھا۔ دُوسرے یہ فائدہ بھی ملحُوظ تھا کہ اِس طرح خاندان کے کسی کم صلاحیت فرد کو جو کسی اور طریقے سے روزی نہ کما سکتا مزار شریف کا متولی بنا کر کام سے لگا دیا جاتا۔ وہ لوگوں کو دَرُود و فاتحہ، نذر و نیاز کے فضائل اور چڑھاوے چڑھانے کا ثواب واجر بتا کر اُن کو مرحوم بزرگ کی کرامات سُنا کر اُن کے جُوتے، ٹوپی، کپڑوں بلکہ بالوں اور ناخنوں کی زیارت سے مُشرّف کر کے کچھ رقم ڈھیلی کر لیتا۔ یہ سب کرنے کے لئے اُسے بڑی پبلسٹی کرنی پڑتی، یعنی سالانہ ششماہی، بلکہ بعض اوقات ماہانہ عُرس شریف قُل شریف یا ختم شریف کا اعلان کرنا پڑتا، قوّال اور گانے والیاں بُلانا پڑتیں اور دعوت نامے جاری کرنے پڑتے۔ اِس کام میں اہلِ خاندان کا تعاوُن درکار ہوتا اور وہ مذکورہ فوائد کے مدِّنظر اُسے ہمیشہ حاصل رہتا۔

مجھے یاد ہے اِن دِنوں ہر کس و ناکس کو مُفت کھانا بھی کھلایا جاتا۔ جو لنگر شریف کہلاتا تھا۔ بعد کو معلوم ہُوا کہ بیشتر اخراجات خُود زائرین ہی برداشت

کرتے تھے۔ وہ آٹا، چاول، گھی اور بکرے ساتھ لاتے اور نان، قورمہ، پُلاؤ اور میٹھے چاول پکا کر تقسیم کرتے اور خُوش ہوتے کہ یہ سعادت اُن کو نصیب ہُوئی......

اِن دِنوں ہمارے گھر میں کھانا نہ پکتا۔ بلکہ جو کھانا باہر سے آتا اُسے بانٹتے بانٹتے ہم بچّوں کا حال تباہ ہو جاتا، کیُونکہ سارا قصبہ اپنے حِصّے کا مُنتظر رہتا اور اُسے تبرّک سمجھ کر کھانا اپنی دِین و دُنیا کی فلاح سمجھتا تھا۔

اِس طرح ہم اپنے جدِّ اعلیٰ کی قبر کی آمدنی پر کوئی سو سال گُذار کر اپنے شاندار اِسلامی ماضی پر فخر کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہِندوستان پر انگریزوں کو مُسلط کر دِیا۔

انگریزوں نے جہاں عیش پرست بادشاہوں، نوابوں، راجوں اور مہاراجوں کا قلع قمع کیا، وہاں مُفت خور عُلماء، مشائخ، پیروں، پنڈِتوں اور گوشائیوں کی بھی خُوب گوشمالی کی اور عوام میں علم کی روشنی پھیلانی شرُوع کر دِی۔ تو مندِروں، مزاروں اور خانقاہوں کی رونق ختم ہونے لگی۔ لوگ تعلیم پا کر خُود ہی پُجاریوں، مُجاوِروں اور مشائخوں کے دجل و فریب سے واقف ہو گئے۔ اور اُن سے دُور رہنے لگے۔

چُنانچہ ہمارا خاندان بھی اپنا آبائی پیشہ ترک کر کے تلاشِ معاش میں سرگرداں ہو گیا۔ اور والِد بزُرگوار کو جو انگریزی نہ جانتے تھے مُلازمت کے لئے حیدر آباد دِکن کا رُخ کرنا پڑا۔ جہاں دفتری زبان اُردُو تھی۔ والِد کو اُردُو فارسی پر عبُور تھا۔ اُنہوں نے مُجھے بھی گُلستاں بوستاں اور شاہنامہ فارسی پڑھایا تھا۔ مگر بعد میں انگریزی اِسکول میں داخلہ دِلا دِیا۔

انگریزی کتابیں پڑھنے اور خاص کر قرآنِ حکیم کا انگریزی ترجمہ پڑھ کر معلوُم ہُوا کہ اِسلام کے نام سے جو کُچھ ہم کرتے چلے آئے تھے وہ اِسلام کی تعلیم

کے مُطابِق نہ تھا۔ اِسے آپ کچھ بھی کہہ لیں۔ کُفر، شرک، شیعیت یا صُوفیت مگر اِسلام سے اُسے کوئی واسطہ نہ تھا۔ اِس کی تائید علامہ شِبلی نے بھی کی ہے۔

بحث عافیہ میں پہلی غلطی یہ ہے کہ آپ — جس کو اِسلام سمجھتے ہیں وہ اِسلام نہیں
آپ کھانے کو بنا دیتے ہیں پہلے مسموم — پھر یہ کہتے ہیں غذا موجبِ اِسقام نہیں
اِعتقادات میں ہے سب سے مُقدّم توحید — آپ اِس وصف کو ڈھونڈیں تو کہیں نام نہیں
کون ہے شائبہ شرک سے خالی اِس وقت — کون ہے جس پر فریبِ ہوس خام نہیں
آستانوں کی زیارت کے لئے ششدر حال — اِس میں کیا شان پرستاری اَصنام نہیں
کیجئے مسئلہ شرکِ نبوت پر جو غورا — کُفر میں بھی یہ جہانگیری اَوہام نہیں
اَب عمل پر جو نظر کیجئے آئے گا نظر — کہ کسی مُلک میں پابندیٔ اَحکام نہیں

پھر عرصہ تک پیٹ کی فِکروں میں نہ وہ اِسلام یاد رہا جس کا یہ مرثیہ ہے اور نہ اِس اِسلام کی ضرورت پیش آئی جس نے عرب کے بادیہ نشینوں کو چند سال کے اندر قیصر و کسریٰ کا وارث بنا دِیا تھا۔

کیونکہ نو آزاد قوم میں ذاتی و اِنفرادی مُفاد کے تحت لُوٹ کھسُوٹ کے سِوا کوئی اَحساسِ ذِمہ داری باقی نہیں رہتا۔ جِسے موقعہ مِلتا ہے اَپنا گھر بھرنے میں لگ جاتا ہے۔ چُنانچہ گذشتہ پچیس سال میں یہی دیکھا گیا کہ اگر لیاقت علی خان نے پاک کمپلیکس (شیعی رِیاست) قائم کی تو غُلام محمّد نے خالِصہ کمپلیکس (وَن یُونٹ) بنایا، اَیوب خان نے گندھارا کمپلیکس کی داغ بیل ڈالی، تو بھٹو صاحِب مِہران کمپلیکس بنا رہے ہیں۔ اَب صِرف بولان کمپلیکس دیکھنا باقی رہ گیا ہے۔ دیکھیں اللہ کیا دِکھاتا ہے۔

مزید وضاحت

شاید آپ کہیں کہ گذشتہ ہزار سال میں مَیں پہلا شخص ہوں جس نے تصوّف اور شیعیت کو اِسلام دُشمن تحرِیکیں قرار دِیا ہے۔ مگر ایسا نہیں پہلے بھی اِن باتوں کی نِشاندہی کر گئے ہیں۔ جیسے الطاف حُسین حالی ایک شیعہ گھرانے میں پیدا ہُوئے اور نئے دَور کی تعلیم سے رُوشناس ہُوئے تو اِعلانِ حق پر مجبُور ہو گئے۔

نبی کو جو چاہیں خُدا کر دِکھائیں
اِماموں کا رُتبہ نبی سے بڑھائیں

مزاروں پہ دِن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دُعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اِس سے آئے
نہ اِسلام بگڑے نہ اِیمان جائے

اور علامہ اِقبالؒ نے نئی روشنی کی تعلیم سے لیس ہو کر قرآن پڑھا اور سمجھے تو اپنے آبائی ہندو اور شیعی عقائد سے تائب ہو کر حجازی لے میں گانے لگے حتیٰ کہ مُسلمانوں سے دوٹوک انداز میں پُوچھنے کی جسارت قرآنی تعلیم نے بخشی تو پُوچھا!

یُوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تُم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مُسلمان بھی ہو!

اور جب کوئی جواب دینے والا نہ مِلا تو خُود ہی جواب دِیا۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

مختصر یہ کہ ہر دور میں سچے مسلمانوں کو شکایت رہی کہ ہمارا اسلام رسولِ عربی کا وہ اسلام نہیں ہے جس پر اکملت لکم دینکم کی مُہر ثبت ہو چکی تھی اور وہ حیاتِ رسولؐ میں مکمل ہو گیا تھا۔ ان کے بعد جو کچھ اسلام میں داخل کیا گیا وہ بدعت ہو سکتی ہے، شرک ہو سکتا ہے، کفر کہلایا جا سکتا ہے، مگر اسلام نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ امامت کا عقیدہ ہو خواہ خلافت کا جھگڑا، خواہ محرّم کا ماتم ہو خواہ میلاد شریف کے سلام، گانے اور قوالیاں، پیروں کے عرس اور خانقاہوں کے چراغاں۔

آج سے کوئی سات سو سال پہلے امام ابنِ تیمیہؒ نے بھی یہی کچھ فرمایا تھا اور مسلمانوں کو اصل دین سے رجوع ہونے کی تلقین فرمائی تھی۔

سوانح امام ابنِ تیمیہؒ میں کوکن عمری لکھتے ہیں:

"بغداد میں شیعہ سنی کشمکش زوروں پر تھی، آئے دن جھگڑے اور فساد ہوتے رہتے، ۶۵۵ھ میں مستعصم باللہ نے سنیوں کی حمایت میں بغداد کے محلہ کرخ کو جہاں شیعہ آباد تھے لٹوا دیا تو اُس کے وزیر مویدالدین ابوطالب محمد بن علی بن محمد علقمی نے ہلاکو خان کو بغداد آنے کی دعوت دی اور بغداد کو تاراج کرا دیا پھر ہلاکو نے دمشق کا رخ کیا اور ۶۵۸ھ میں شہر پر قبضہ کر کے اُسے خوب لوٹا، اس لوٹ مار میں اطراف واکناف کے شیعہ اور عیسائی بھی تاتاریوں کے ساتھ شریک ہو گئے۔

شیعہ بغداد کی سنی خلافت کے خاتمے سے بے حد خوش تھے۔ اب اُنہوں نے ملک شام اور مصر کی سنی حکومتوں کا خاتمہ کر کے علوی خلافت کو قائم کرنے کا

منصوبہ بنایا وہ تاتاریوں کی تائید کرنے لگے۔ ہلاکو نے خواجہ نصیرُالدین طُوسی شیعہ کو اپنا وزیر بنالیا جس سے شیعہ عالموں اور امیروں کو تاتاری دربار میں رسائی حاصل ہوگئی۔ (۷۷، ۷۸ حیاتِ ابنِ تیمیہ مطبوعہ لاہور)

اُس دور کے صوفی اثرات

اور تصوّف کی تعریف میں فرماتے ہیں:

"سب سے پہلا شخص جو صُوفی کے لقب سے مشہور ہُوا وہ السیّد ابُو ہاشم مُحمّد بن احمد الصُوفی تھا جس کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہُوا۔ یہ عراقی تھا۔"

تاہم پہلی اور دُوسری صدی میں صُوفیانہ زندگی بسر کرنے والے کو زاہد و عابد کہا جاتا تھا جیسے امام حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ حبیب الاعجمی متوفی ۱۴۱ھ ابراہیم ادھم متوفی ۱۶۲ھ وغیرہ جو سب کے سب عجمی اور غیر عرب تھے۔

قرآن مجید نے اس تصور کی سختی سے مخالفت کی ہے اور رسُول اللہ ﷺ نے صاف طور پر بتایا ہے کہ کوئی انسان چاہے کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرے، ہرگز ہرگز خُدا نہیں بن سکتا۔ لیکن کسی بزرگ و برتر انسان سے انتہائی حُسنِ عقیدت کبھی کبھی لوگوں کو یہ سمجھنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ اگر متقی و پرہیزگار انسان خُدا نہیں بن سکتا تو خُدا کا مظہر اور پرتو ضرور بن سکتا ہے۔

غالی شیعوں نے اس عقیدت کی بناء پر حضرت علیؓ اور اُن کی اولاد کو خُدا کا مظہر اور پرتو (اوتار) مانا اور جب اس تصور کو زیادہ ترقی ہُوئی تو حلول اور اتحاد بالذات کا عقیدہ پیدا کر دیا گیا۔ یعنی ایسے لوگوں میں خُدا خُود سما جاتا ہے۔

اَلوہیت اور رَبُوبیّت (خُدائی) کا دعویٰ کرنے والے کو اِسلام نے کافر کہا ہے۔ نَمرُود و فِرعون کو خُدائی کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے کافِر کہا گیا ہے اور اِس میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا۔ مگر جب ایک ایسے شَخص کی زبان سے جو خُود کو مُسلمان کہتا ہے بلکہ بظاہر عابِد و زاہِد بنا ہُوا ہے اِس قِسم کے کلماتِ کُفر نکلتے ہیں تو عقیدت اُس کے مُتعلّق صاف اَلفاظ میں کُچھ کہنے سے روک دیتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مُختلف کلماتِ کُفر کہنے کے بعد حُسین بن منصور حلاج (باطِنی) کو مُسلمان کافر نہ کہہ سکے۔ اُسے شیعوں کی پُشت پناہی حاصِل تھی۔ کوئی اُسے خُدا رَسیدہ بزُرگ، کوئی ولی اور کوئی مجذوب کہتا تھا۔ حالانکہ وہ ایک مجوسی آتش پرست تھا اور شیعہ بن گیا تھا۔ اِس لئے سب اُسے مُسلمان سمجھنے لگے۔ (ص۔۲۶۲)

حلّاج کے خیالات پر باطنیّت کے اثرات نے تصوّف کا پردہ ڈال رکھا تھا اور یہ عوام کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے کافی تھا۔ (ص۔۳۶۴)

اِمام اِبنِ تیمیہ نے حلّاج کو کافِر بتایا ہے اور باطنیوں کو صُوفیّت، قُطبیّت و ابدالیّت کا بانی ٹھہرایا ہے۔ جنہوں نے غیر اِسلامی باتیں اِسلام میں داخِل کر دیں۔ (اِمام اِبنِ تیمیہ ص۔۶۶۴)

آپ نے لِکھا ہے کہ صُوفیاء نے باطنیّت کے فلسفے سے مُتاثِر ہو کر اِس قِسم کی اِصطلاحیں گھڑی ہیں کہ:

''غوث ایک ہے جو مکّہ میں ہوتا ہے اور سات اَقلیموں کے سات قُطب ہوتے ہیں جن پر دین و دُنیا کے ظاہِری و باطنی اُمُور کا دار و مدار ہے۔''

رِجالِ غیب (اِمام مستُور) اِمام مہدی، خواجہ خِضر وغیرہ جو غائب اور

پوشیدہ ہیں، کا نظریہ رافضیوں نے ایجاد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ بادل میں غائب ہو گئے ہیں۔ اور شیر بن کر ظاہر ہوتے ہیں اور لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ محمد بن حنفیہ پہاڑوں میں رُوپوش ہیں۔ یا محمد بن حسن عسکری یعنی شیعوں کے امام مہدی سامرا کے غار میں غائب ہو گئے تھے اور قربِ قیامت میں ظاہر ہوں گے۔ اَصلی قرآن بھی اُن کی بغل میں ہے۔ یا کہا کہ (یہودی نژاد) فاطمی خلیفہ قاہر باللہ مصر میں رُوپوش ہے اور کسی دِن ظاہر ہو کر پھر اسمٰعیلی حکومت قائم کرے گا۔ یہ سب صُوفیاء اولیاء کو دِکھائی دیتے ہیں بلکہ اُنہی کے بنائے ہُوئے ہیں۔

امام ابنِ تیمیہ نے مُراقبہ کو غیر شرعی فعل اور ذِکر ہُو ہُو کرنے کو بِدعت بلکہ کُفر بتلایا ہے۔ اور خرقے کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ روایت کہ رسُول اللہ ﷺ نے علیؓ کو خرقہ دِیا تھا محض جھُوٹ ہے اور حسن بصری کا علیؓ سے خرقہ حاصل کرنا اِفتراء ہے۔ کیُونکہ حسن بصری کی حضرت علیؓ مُلاقات ثابت نہیں ہے۔

آگے لکھتے ہیں کہ عُلومِ باطنی اور عُلومِ ظاہری کا اِمتیاز جو شیعہ دِماغ کی پیداوار ہے محض اِفتراء ہے۔ رسُول اللہ ﷺ نے عُلومِ باطنی جاننے کا دعویٰ نہیں کیا نہ کسی کو سکھلایا۔ پھر آپ کی اُمّت کا کوئی گنہگار بندہ اگر باطنی عُلوم جاننے کا دعویٰ کرے تو وہ کافر ہے۔ (ص ۳۳۱)

امام تیمیہ کا یہ فتویٰ یقیناً ہندی مسلمانوں کے لئے ہضم کرنا مُشکل ہے کیُونکہ یہاں اِسلام ہی باطنی بزرگوں نے پھیلایا ہے جو فاطمی سید بن کر آئے تھے۔ حتّٰی کہ منصور حلاج اور حسن بن صباح جیسے مجُوسی بھی سید شُمار ہُوئے۔ اِس کی وجہ ہمیں خواجہ حسن نِظامی دہلوی نے بتلائی تو اطمینان ہُوا۔ وہ اپنی مشہور کتاب فاطمی

دعوتِ اسلام میں لکھتے ہیں:

''پس میرا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ حضرت علیؓ اور بی بی فاطمہؓ کی اولاد ہیں، خواہ صلبی ہوں یا روحانی نسل سے تعلق رکھتے ہوں سادات فاطمی کہلائیں گے۔''

ممکن ہے بعض لوگ روحانی اولاد کا مطلب نہ سمجھیں اس واسطے اس کی تشریح کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک اولاد تو وہ ہوتی ہے جو دنیا کے دستور کے مطابق ماں باپ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کو صلبی اور جسمانی اولاد کہتے ہیں اور ایک اولاد وہ ہوتی ہے جو کسی شخص کو اپنے عقاید اور اعمال دین میں ہادی و پیشوا تصوّر کرلے.........

اگرچہ مسلمان اس طرح رسولِ خدا کی روحانی اولاد قرار پاتے ہیں۔ مگر مجازاً انہیں حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کی اولاد سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں ان کی تعداد دوسرے صحابہ کو ماننے والوں سے زیادہ ہے۔ اس لئے یہ سب حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کی روحانی اولاد ہیں۔

پس علیؓ و فاطمہؓ کی جسمانی اولاد ہو یا روحانی ان میں عقیدۃً اہلِ سنت والجماعت ہوں یا شیعہ صوفی مسلک ہوں، یا عالمانہ مشرب، اثناءعشری شیعہ ہوں یا اسمٰعیلی شیعہ سب سادات تسلیم کئے جائیں گے۔[1]

خواجہ صاحب بتلاتے ہیں کہ تمام ایرانی بزرگانِ دین جن میں شیخ

---

[1] موصوف ایک اور درباری روایت سناتے تھے کہ کوئی ہندو ٹھاکر راجہ صاحب کے پاس مہمان آیا اُسے امام باڑہ دکھانے لے گئے جہاں شیعہ اماموں کے ساتھ راجہ صاحب کے بزرگوں کی بھی قدِ آدم تصویریں آویزاں تھیں ایک کونے میں گندے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عبدُالقادر جیلانی، خواجہ معین الدین چشتی، بختیار کاکی اور نظام الدین اولیاء شامل ہیں ایسے ہی رُوحانی فاطمی سید تھے۔ صلبی و جسمانی سید نہ تھے۔

راز کی بات

ہمارے اکثر بزرگ شیعیت و صوفیت کی مذمت کرتے رہے ہیں۔ مگر یہ بات بتانے سے قاصر رہے کہ اِن دونوں تحریکوں میں ایسی کیا کشش ہے جو لوگ اِن میں جذب ہونے کے لئے بے چین رہتے ہیں۔ یہ مسئلہ ہمارے ایک بزرگ کے سامنے بھی پیش ہُوا تھا۔

والد کے ایک ماموں جناب نیاز علی کرمانی عُرف رکھو میاں جوانی میں راجہ محمود آباد امیر حسن خان کے پاس مصاحبت کے لئے گئے وہ بے حد بزلہ سنج اور حاضر جواب بزرگ تھے، درباری مجتہد کو خطرہ لاحق ہوا کہ یہ نوجوان دربار پر چھا جائے گا وہ اُن کا پتّا کاٹنے کی چالیں سوچنے لگا۔

ایک دن موقع پا کر سرِ دربار مجتہد صاحب نے فرمایا:

حضور ایک عجیب بات ذہن میں آئی ہے شاید آپ بھی اِتفاق فرمائیں پُوچھا وہ کیا ہے؟ بولے حضور مشاہدہ ہے کہ سُنّی حضرات تو اکثر و بیشتر شیعہ مذہب قبول کر لیتے ہیں اور شیعہ بن جاتے ہیں مگر کبھی کسی شیعہ کو سُنّی بنتے دیکھا نہ سُنا۔ ہر

کپڑے کے پردے میں ایک بد ہیئت ڈراؤنی تصویر تھی۔ ٹھاکر نے پُوچھا ای کو ہوئیں؟ راجہ صاحب نے جواب حقارت سے فرمایا۔ یہی وہ ملعون ہے جس نے ہمارے اِمامِ عالی مقام کو بھوکا پیاسا شہید کر دیا تھا۔ ٹھاکر نہ جانے کیا سمجھا، تصویر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا، "بل بل جاؤں توری تکوریا کے اِس مارے سُسر اب لگ چھپات ہیں"۔

طرف سے واہ واہ سُبحان اللہ صلِ علیٰ کے نعرے بُلند ہُوئے۔

راجہ صاحِب نے رکھّو میاں سے تائید چاہی۔ تُمہارا کیا خیال ہے؟ رکھّو میاں نے معصومیّت سے جواب دِیا حضُور یہ تو فِطرت کے عَین مُطابِق ہے، راجہ نے حیرت سے پُوچھا بھئی وہ کیسے؟

رکھّو میاں بولے۔ "حضُور عام مُشاہِدہ ہے پُلاؤ پاخانہ بَن جاتا ہے۔"

یہاں غالِباً یہ لِکھنے کی ضَرُورت نہیں کہ ایک شِیعہ دربار میں یہ جسارت مرحُوم کو کتنی مہنگی پڑی ہوگی۔ یعنی مُلازمت کے ساتھ جُوتیاں بھی چھوڑ کے بھاگنا پڑا۔

مگر یہ جواب سطحی ہے ہمارا مسئلہ حل نہیں کرتا۔ ہمیں تو یہ معلوم کرنا ہے کہ وہاں کشش کیا ہے۔ اپنی کِتاب ارمغانِ عجم میں ہم نے آغا سُلطان مرزا کے حوالے سے بتلایا ہے کہ قدِیم ترین تہذیب آریوں کی تہذِیب ہے جس نے نمرُود کے آباد کیے ہُوئے شہر بابُل میں آنکھ کھولی تھی۔

کہتے ہیں نمرُود نے دُنیا میں پہلی بادشاہت قائم کی اور اِقتدار سنبھالنے کے بعد خُدائی کا دعویٰ کر دِیا۔ اور اپنی پرستش کروانے لگا۔ خیال ہے کہ اِنسان کو سزا و جزا اور جنّت دوزخ کا اِلہامی عِلم اِس سے پہلے حاصِل ہو چُکا تھا۔

چُنانچہ اُس نے اُنہی کے مُماثِل اسباب مُہیا کرنا ضَرُوری سمجھا۔ اُس نے آتش کدے بنوائے اور اُن میں جھونک کر اپنے دُشمنوں کو تباہ کرنے لگا اِس لئے آگ کا خُدا تسلیم کر لیا گیا۔ پھر اُس نے ایک بڑا مندر بنوایا۔ اُس میں حسِین و جمِیل دوشیزائیں جمع کیں۔ اُن کو رقص و سرُود کی تربیّت دی اور ترغیبِ گُناہ اُن کا کام مُقرّر کیا۔ پِھر صلائے عام دیدیا کہ جو چاہے آئے اور جشن منائے۔ یہ پہلی جنّت

اَرضی تھی جہاں عام اِجازت تھی کہ جسے جو عورت پسند آئے اِستعمال کرے اور دُوسروں کے لئے چھوڑ جائے۔ اُس کا قانون تھا کہ زر، زمین اور زن کسی کی دائمی مِلکیت نہیں یہ اُسی کے ہیں جو اُن کو حاصِل کرلے۔[1]

اِدھر حضرت اِبراہیم علیہ السّلام جو سامی نسل سے تھے۔ لوگوں کو گُناہوں سے بچنے اللہ سے ڈرنے اور پاک وصاف زندگی بسر کرنے کی تعلیم دے رہے تھے اور اِس کے صِلے میں آسمانی جنّت کے وعدے کر رہے تھے کہ وہاں حُور وقصُور اور شراب طہور ملے گی۔ مگر اِبراہیمؑ کے پاس کوئی نہ پھٹکا۔ لوگ نمرُود کی جنّتِ اَرضی کی طرف دوڑ پڑے اور اِبراہیمؑ کو وہاں سے جانا پڑا۔ آپ نے مُلکِ شام میں آکر پدری تہذیب کی بُنیاد ڈالی جس میں عورت کو ایک کا ہو کر رہنا باعثِ اِفتخار بتایا گیا اور اَولاد کو باپ سے منسُوب کرنے کا حُکم ہے۔ شام وعراق کی تہذیبوں کا یہ تفرقہ پانچ ہزار سال پُرانا ہے جو اِسلام کے پھیلنے کے بعد بھی باقی ہے۔ ہمارا مُحرّم دراصل اِسی جھگڑے کی یادگار ہے۔ جو آلِ اِبراہیمؑ اور آلِ نمرُود میں شرُوع ہُوا تھا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے ہماری کتاب "اَرمغانِ عجم")۔

نمرُود کے مندروں کے کرتا دھرتا شہوت و مُحبّت کے دیوی دیوتا مشہور ہُوئے اور وہ دُنیا کی ہر تہذیب میں موجُود ہیں۔ نمرُود کہیں جمشید ہے، کہیں راجہ

---

[1] یہ مادری تہذیب کا قانون تمام آریہ نسل قوموں میں رائج ہے۔ اُن کے مُعاشرے میں نسل ماں سے چلتی ہے۔ چُنانچہ کسی نجومی رمّال یا فال نکالنے والے کے پاس جایئے وہ والدہ کا نام پُوچھے گا۔ باپ کے نام سے اُس کے حِساب میں غلطی کا اِحتمال رہتا ہے۔ یہ آریائی عُلوم مُسلمانوں میں بھی رائج ہیں۔

اِندر، کہیں پیٹر پان اور سانتا کلاز، کہیں خواجہ خضر اور اویس قرنی اور اُس کے دربار کی دوشیزائیں جو اپسرا، پریاں اور دیویاں مشہور ہوئیں اُن کی نمائندگی مندروں کی پجارنیں، کلیساؤں کی کنواری مائیں، اور اسلامی معاشرے میں چکلے کی طوائفیں کر رہی ہیں۔ جنہیں ہمارے مولویوں اور مجتہدوں نے متعہ، حلالہ، عید غدیر، نوروز، عزاداری اور عرسوں میلوں کے ذریعہ دوام بخش دیا ہے۔

اِس طرح رُوحانیت اور رحمانیت پر شیطانیت و شہوانیت ہمیشہ سے غالب ہے۔ حتیٰ کہ اسلامی معاشرے میں بھی موجود ہے۔ آپ عرسوں، قوالیوں، میلوں اور مجلسوں کے پس منظر میں دیکھئے تو اُن کی کامیابی اسی جنسی تسکین کی مرہونِ منت ہے۔ مزاروں پر کرامتیں وقوع پذیر ہو جاتی ہیں۔ کوئی عقیدت مند گنوار اپنی بیوی یا بیٹی کو مزار شریف پر چھوڑ دیتا ہے کہ پیر سے بیٹا مانگ اور مجاوروں میں سے کوئی منچلا پچھلے دروازے سے آ کر کام کر جاتا ہے تو یہ گنوار ڈینگیں مارتے پھرتے ہیں کہ خدا سے مانگتے رہے اولاد نہ ملی، پیر صاحب کے مزار پر لائے تو چاند سا بیٹا مل گیا۔ جو ایسے پیر کو نہ مانے وہ کافر ہے، میں تو چادر بھی چڑھاتا ہوں اور دیگ بھی اُتارتا ہوں۔ اور ہمارے مولوی صاحبان اتحاد بین المسلمین کے نعرے لگا کر وہاں گھسے رہتے ہیں کہ خوانِ یغما سے کچھ مل ہی جاتا ہے۔

مگر اہلِ ایمان اِس کے خلاف جہاد کرتے ہیں اور اُن کی تردید کے پردے چاک کرتے ہیں۔ اِس کا نمونہ مندرجہ ذیل نظم میں دیکھئے جو شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے کسی شاگرد نے دو سو سال پہلے "محرق الاشرار" کے نام سے لکھی تھی اور کتاب تقویۃ الایمانؒ میں بطور ضمیمہ شامل ہے۔

کوچۂ قبرپرستی کی سیر

ہم نے اُس کُوچہ کا پایا ہے مزا   حق نہ دِکھلائے ہمیں درِ غیر کا
جو بُرا کہتا ہے وہ ہے خُود بُرا   حقِ تعالیٰ اُن کو رستہ دے بتا
دو خصم رکھے وہ زنِ بدکار ہے

ایسی باتوں سے ذرا بچنا ضرور   ورنہ پھر لُٹ جائے گا ایماں کا نُور
دو غلے عالِم سے ڈر کر بھاگ دُور   جو کجی کرتا ہو حق سے با شعُور
وہ بڑا فی الواقع مکار ہے

جون سی قبروں پر ہو چادر غلاف   یا چراغاں ہووے یا رقص و طواف
تھان اُس کو جان بُت کا بے خِلاف   مَیں نے تجھ سے کہہ دِیا اب صاف صاف
یاد رکھ یہ نکتہ اسرار ہے

زور مندی ہو تو بُت خانہ اُجاڑ   چھت کو اور گنبد کو قبروں[1] سے اُکھاڑ
مسجدیں مضبوط کر مثلِ پہاڑ   تعزیہ قندیل کو ہاتھوں سے پھاڑ
دینِ احمدؐ میں یہ بے شک خوار ہے

ہے یہی حکمِ خُدا و مُصطفےٰؐ   مت بنا معبود کوئی جز خُدا
کرتے تھے تاکید اِس کی انبیاءؑ   منت اور پُوجا نہ کر اُس کے سِوا
گر تجھے کچھ خواہشِ گلزار ہے

---

[1] یہاں قبریں پکی کروا کر مزارات و مقبرے بنا دِیے جاتے ہیں اور قبرستان بھر جاتے ہیں۔ غریبوں کو قبر نہیں مِلتی جب کہ مکہ و مدینہ کے قبرستان ۱۴ سو سال میں بھی نہیں بھرے۔ یہاں ۲۵ سال میں ۲۵ قبرستان بھر گئے ہماری حکومت اور عوام کو اِسلامی معاشرے سے کِتنی بے خبری ہے۔

ایسا مالک چھوڑ کر یہ روز و شب — مُدعا قبروں سے کرتے ہیں طلب

پیر، ولیوں کا پکڑتے ہیں سبب — فاسق و نامُراد و مُشرک ہیں یہ سب

حق کے گھر کا کیا کوئی مختار ہے

خانقاہوں کے مُجاور دِین کے چور — اولیاء کی قبر کے ہیں صدقہ خور!

عُرس میں قبروں پہ کرواتے ہیں شور — چھینتے ہیں مال ہر ایک سے بزور

گرم واں جالوت کا بازار ہے

پیرزادے بعضے ایسے ہیں پلید — واسطے دُنیا کے کرتے ہیں مُرید

حق و باطل کی نہیں کچھ اُن کو دِید — کسبیوں کا مال کھاتے ہیں مزید

مکر اُن کا جُبّہ و دستار ہے

مزاروں اور درگاہوں کا حال

صُوفیوں کو راگ سے آتا تھا حال — مست ہوتے تھے بیادِ ذُوالجلال

پیر جی کا ہر برس بڑھتا کمال — خادموں کا ہاتھ لگ جاتا تھا مال

کیا چتر ہے چادر زر کار ہے

کسبیوں کا ناچ چھمکے کا مزا — قبر میں سے دیکھتے ہیں اولیاء

رُوح اُن کی شاد ہوتی ہے سدا — منع خود کرتے اگر ہوتا بُرا!

منع کرنا اُن پہ کیسا دشوار ہے

رَات کو زَانِی سے کَروَائیں زِنَا ‌ دِن کو نَاچیں پیشِ قبرِ اولیاء
خُوب تُحفَہ پیر جی کو یہ مِلَا ‌ کیا کرَامت کا مگر دفتر کُھلَا
فَاسِقوں کا گرم اِک بَازار ہے

زَانِی و بھنگڑ وہاں لاویں نذر ‌ ریوڑی گٹے چڑھاویں قبر پر
کسبیوں کے حُسن پر کر کے نظر ‌ پہنچتے رات کو ہیں اُن کے گھر
قبر کیا مَشاطَہ مکّار ہے

کوئی کہتا ہے مجھے فرزند دو ‌ آنکھ پھوٹی ہے مِری اچھی کرو
تُم بڑھا دو میری روزی رِزق کو ‌ پیر جی مُجھ سے بَنِی جورو نہ ہو
آپ پر صدقے مِرا گھر بار ہے

تعزیہ بھی خُوب ہے زِینت بھرا ‌ فرش ہے اور روشنی ہے جا بجا
سجدہ و تعظیم گویا ہے خُدا ‌ بعد دس دِن کے اُسے ٹکڑے کیا
اور خلقت نے کہا دُھتکار ہے

یَعنِی تُم کیسے ہو مردک بے اِیمَان ‌ توڑ ڈالا اپنا معبُودُ الامَان
تُم سَا بدکردار ہوتا ہے کہاں ‌ ہم بھی ہیں بیزار تُم سے بے گُمَان
یہ تُمہارا فِعل نَاہنجار ہے

دوستو بُت خانے میں ہوتا ہے کیا غیر تصویرات مخلوقِ خدا!
تعزیہ خانے میں ہے پھر کیا دھرا وہ ہے بُت خانہ بُراق اُس کا گدھا
راکب اِک دجّال خر بردار ہے

آشنا جس کو نہ ملتے ہوں کبھو تعزیوں پر ہو وہ حاصل آرزو!
پھرتے ہیں لاکھوں حسین و ماہرو ڈھونڈتے یاروں کو اِس دِن کوبہ کو
کیوں نہ چل زیادہ ہو ماتم دار ہے

تعزیہ کو بُت سے بدتر جان رکھ دیکھنے اُس کو نہ جا ایمان رکھ
مرثیہ حسنینؓ کا پہچان رکھ مرثیوں پر تو نہ ہرگز دھیان رکھ
سر بسر وہ جھوٹ کا تومار ہے

مرثیہ پڑھنا مجوسیوں کا شعار ہے سدا سے یاد رکھ اے ہوشیار
نوحہ کر کے ہاتھ سینے پر نہ مار کافروں کا ہے طریق اے دیندار
جو کرے ابلیس کا دِلدار ہے

کر حذر غیبت سے اور چُغلی نہ کھا کب روا ہے گوشت کھانا بھائی کا
بلکہ غیبت بھی بدتر از گناہ فاسقوں کو ہے مگر غیبت روا
غیر سے ڈرنے کا یہ آثار ہے

☆☆☆☆☆

مجھے ہدایت کیسے ملی

کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں ستر فرقے ہیں اور سب غلط ہیں سوائے ایک کے تو وہ ایک فرقہ کونسا ہے! افسوس کہ میں بھی اس سے واقف نہیں۔

آیئے دیکھیں اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے:۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۝

(سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۱۰)

تم بڑی اچھی اُمت (قوم) ہو (ہم نے) تمہیں چُن کر نکالا ہے۔ (کیونکہ) تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو۔ بُرے کاموں سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اور دل پر ہاتھ رکھ کر بتلایئے کیا دُنیا کا کوئی فرقہ اِس معیار پر پُورا اُترنے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ شان تو اُن بزرگ ہستیوں کی تھی جو رسُولِ مقبول ﷺ کے گرد جمع تھے اور تن من دھن سے اِسلام کو چار وانگ عالم میں پھیلانے کے لئے اپنا چین آرام حرام کر چکے تھے۔ جنہیں ہم اصحابِ رسُولؐ رضوان اللہ علیہم کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہ تعریف اُنہیں پر ختم ہو گئی۔

تاہم اِنسانی فطرت ہے کہ جب قویٰ جواب دینے لگتے ہیں اور انحطاط کا دور شروع ہو جاتا ہے تو حِساب کِتاب مانگنے والے کا ڈر ستانے لگتا ہے کہ کہیں سچ مچ ہی کوئی پُوچھنے والا پُوچھ بیٹھے کہ میاں دُنیا میں تو ہم نے تمہاری بداعمالیوں پر پردہ ڈالے رکھا۔ مگر اب یہ بتاؤ کتنی رشوت لی تھی، کتنی بدکاری کی تھی، کتنا جھوٹ

بولا تھا، کس کس کی چوری کی تھی، کس کس کا حق مارا تھا۔ جی ہاں ہماری کتاب میں لکھا ہے:

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ ۝

(سورۃ احقاف۔ آیت ۱۵)

جب انسان بالغ العقل اور چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو کہتا ہے اے پالنے والے مجھے توفیق دے کہ تیرے احسانوں کا شکر ادا کروں۔

جس کا مطلب ہے کہ چالیس سال کے بعد جب انسان میں دُنیا کی حرص کم ہو جاتی ہے تو وہ اپنے پیدا کرنے والے اور اعمال کا محاسبہ کرنے والے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتا ہے اور اُسے اکثر یاد کرتا ہے۔ یہی حال میرا ہوا۔ اور جیسے جیسے قرآن کا مطالعہ کیا مجھے نئی نئی باتیں سمجھائی دینے لگیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۝

(سورۃ العنکبوت۔ آیت ۶۹)

جو لوگ ہماری راہ میں چل نکلتے ہیں ہم اُنہیں اپنی راہیں سمجھاتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کے اِس احسانِ عظیم اور اُس کی نوازشوں کے لئے سر بسجود ہوں۔ جس کی توفیق سے میری مساعی، سبائی سبز باغ، ارمغانِ عجم، اور خداوں کو الوداع کی شکل میں مقبولِ عام ہوئیں۔ اور میں اپنی آبائی گمراہی سے نکل کر دُوسروں کو اِس دجل سے آگاہ کر رہا ہوں۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸

(سورۃ الشمس۔ آیت ۸)

پھر اُس کو بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی۔

اور اب یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ بھی قرآن کے تراجم پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اسلام کو فرقہ بندیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو فرقے ناپسند ہیں۔ اُس نے اپنے رسولؐ کو واضح الفاظ میں متنبہ کر دیا تھا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ؕ

(سورۃ انعام۔ آیت ۱۶۰)

جن لوگوں نے اپنے دین میں (بہت سے) رستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہو گئے اُن سے تم کو کچھ کام نہیں۔

یعنی فرقے اور پارٹیاں بنانے والے تمہاری اُمت میں شمار نہ ہوں گے۔ وہ اُسی کے اُمتی بن جائیں گے جس کے (پیرو) شیعہ بنیں گے۔ چنانچہ دیکھئے آج دنیا میں کوئی قرآن کا پیرو یا رسولؐ کا پیرو ہونے کا دعویدار نہیں ہے۔

حنفی ابو حنیفہؒ کے پیرو ہیں۔ (اتفاق سے بریلوی بھی حنفی ہیں اور دیوبندی بھی حنفی ہیں) شافعی، امام شافعی کے پیرو ہیں، جعفری امام جعفر کے، احمدی مرزا غلام احمد آف قادیان کے، اور پرویزی غلام احمد پرویز کے، حتیٰ کہ نام نہاد اہلِ حدیث جو خود کو غیر مقلد بتلاتے ہیں، دراصل ان چھ عجمی محدثوں کے پیرو ہیں جنہوں نے تیسری صدی ہجری میں باطنی تحریک کے تحت قرآن کو پسِ پشت ڈالنے کے لئے جھوٹی سچی روایات رسولِ مقبول ﷺ سے منسوب کر کے جمع کر ڈالیں اور اُنہیں سنتِ رسول ﷺ کا نام دے رکھا ہے۔ (فرقہ پرستی لعنت ہے۔ از تمنا عمادی)

نتیجہ یہ ہے کہ بیچارے اہلِ حدیث سنت اللہ یعنی قرآن سے بے نیاز ہو گئے ہیں اور اپنے عجمی (مجوسی) بزرگوں کی چھ چھ سنتیں (صحاحِ ستہ) سروں پر لادے یا بغل میں دبائے پھرتے ہیں۔ جن کی روایتیں خود ایک دوسرے کی تکذیب کرتی ہیں۔ لطف یہ کہ یہ پہلی صدی ہجری کے محدثوں امام مالک اور امام محمدؒ کی جمع کردہ حدیثوں (موطا) کو وہ درجہ نہیں دیتے جو اُن باطنیوں کو دے رکھا ہے۔ مگر ہمارے قرآنِ حکیم نے ایسے لوگوں کی نشان دہی کردی ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ○

(سورۃ توبہ۔ آیت ۳۱)

یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر اپنے مولویوں، پیروں، اماموں کو اپنا مولانا (ربِ خدا) بنالیتے ہیں۔

پس ایسے خداؤں کے پرستار مسلمان نہیں ہو سکتے۔ قرآن کے ماننے والے اپنے پیروں، بزرگوں اور اماموں کو مولانا (ہمارا مولاء، ہمارا خدا) نہیں کہہ سکتے۔ قرآنِ حکیم فرماتا ہے:

اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝۴۰

(سورۃ الانفال۔ آیت ۴۰)

صرف اللہ ہی تمہارا مولاَ (مالک) ہے وہ اچھا مددگار ہے اور اچھا مولا ہے۔

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تم اس طرح دعا کیا کرو۔

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۸۶

(سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۸۶)

تو ہی ہمارا مولاَ (مالک) ہے۔ ہمیں کافروں پر نصرت دے۔

اور اپنے مولاناؤں کو دیکھئے۔ سُنّیوں کے مولانا ہیں، شیعوں کے مولانا ہیں، خوجوں کے مولانا ہیں اور اہلِ سُنّت کے مولانا ہیں جو اپنے اپنے فرقے کو اپنا اپنا اسلام سکھاتے ہیں۔ جب کہ قرآنِ حکیم کا حُکم ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ؕ

(سُورۃ انعام۔ آیت ۱۶۰)

جن لوگوں نے اپنے دین میں (بہت سے) رستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہو گئے اُن سے تُم کو کچھ کام نہیں۔

اِس سے واضح ہو گیا کہ فرقے بنانا اور کسی بزرگ کا شیعہ یعنی پیرو بننا شرک ہے اور شرک نا قابلِ معافی گناہ ہے۔

ہمارے عُلماء کی مجبوری

ہندی مُسلمان اپنے سلفِ صالحین کے ملفوظات، منقولات و معقولات پڑھتے اور سُناتے ہیں کہ امام رازی نے فرمایا ہے، امام غزالی نے لکھا ہے، امام جعفر فرما گئے ہیں، غوثِ اعظم فرماتے ہیں۔ مگر قرآنِ حکیم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔

اور عُلماء بیچارے مجبور ہیں۔ اُن کو شروع ہی سے بُخاری شریف، مُسلم شریف، ہدایہ شریف، مثنوی شریف، احیاءُ العلوم، کیمیائے سعادت اور کشفُ المحجوب جیسی عجمی تالیفاتِ اسلامی کہہ کر پڑھادی جاتی ہیں۔ جو ترکِ دُنیا، عاجزی، انکساری، گوشہ نشینی اور قلندری کے اُصول و مراتب سکھاتی ہیں۔ ناچنے گانے

(سماع و حال) اور لنگوٹی میں پھاگ کھیلنے کے گُر سکھاتی ہیں۔ جیسے سُلطان جی نے امیر خسرو سے تلوار رکھوادی اور معشوقِ مجازی بنا کر اپنے مُٹھ میں بٹھالیا۔ یا پیر رُومی اور شمس تبریز کا عشق مشہور ہے۔ یہ ایرانی ذوق کی زندہ مثالیں تھیں[1]۔

اِس طرح ہمارا قرآنِ عظیم جو ساری دُنیا کی ہدایت کے لئے آیا تھا صرف جھاڑ پھونک اور ایصالِ ثواب کے لئے رہ گیا اور سارا دینِ اسلام سُنّتِ رسول ﷺ میں سما گیا جو ایرانیوں نے جمع کیا تھا۔ ہمارے عُلماء لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں۔ اپنے اسلاف کے نقشِ قدم سے ہٹ کر سوچنے اور سمجھنے کی نہ صلاحیت رکھتے ہیں نہ جسارت۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے عُلماء کے بارے میں فرمایا ہے:

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ ○

(سُورۃ الجُمعہ۔ آیت ۵)

اِن کی مثال گدھوں کی سی ہے جن پر کتابیں لدی ہوں۔ جو لوگ اللہ کی باتوں کو جھٹلائیں اِن کی مثال ہی گندی ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ (اے محمدؐ) قیامت کے دن تم بھی دُوسرے رسُولوں کی طرح شرمسار و سرنگوں اپنی اُمت کی شکایت کرتے نظر آؤ گے۔ اور شفاعت وفاعت کچھ نہ کر سکو گے۔ جیسا کہ مجُوسیوں نے اُڑا رکھا ہے۔

---

[1] کہتے ہیں رُومی کے بیٹے سُلطان ولد نے بدنامی سے گھبرا کر شمس کو قتل کر دیا تو پیر صاحب اُسے گاؤں گاؤں تلاش کرتے پھرے۔

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۞

(سورۃ فرقان۔ آیت ۳۰)

اَے پالنے والے (مَیں شرمندہ ہوں) میری قوم نے بھی (میرے بعد) اِس قُرآن کو چھوڑ دیا تھا۔

درسِ قرآن کا جواز

اِس سے واضح ہوگیا کہ رسُولِ مقبول ﷺ کو وہ روزِ بد دِکھانے والے یہی مولوی اَور مُجتہد ہیں جو کہتے ہیں کہ قُرآن اللہ کا کلام ہے اَور اللہ کے کلام کو سمجھنے والے صِرف سَلفِ صالحین تھے دُوسرے نہیں سمجھ سکتے۔ یہ اِس لئے کہا جاتا ہے کہ لوگ قُرآن پڑھ کر اِن کی دِینی ٹھیکیداری کے مُنکر نہ ہوجائیں۔ کیُونکہ قُرآن میں لِکھا ہے:

① فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ

تُم دُنیا والوں سے نہ ڈرنا مُجھ سے ڈرو

② وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا

اور ہماری آیات کو بیچنا نہیں

③ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۞

(سُورۃ المائدہ۔ آیت ۴۴)

اور جو ہمارے حُکم (قُرآن) کے مُطابق فیصلے نہ کرے وُہی کافر ہے۔

یعنی یہ تین اَحکام اَیسے ہیں جن کی پابندی کے بغیر مُسلمان مُسلمان نہیں بَن

سکتا۔ حتیٰ کہ پیدائشی اور خاندانی مسلمان بھی اُن پر عمل نہ کرے تو کافر سے بدتر ہے۔

① فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ : انسانوں سے نہ ڈرو۔ مگر مولوی کہتا ہے: کسی کی دل آزاری نہ کرو، سبائی کو سبائی اور مشرک کو مشرک نہ کہو۔ بلکہ اپنا بھائی بنا کر خود بھی اِن میں مل جاؤ۔ اور جواز میں کسی کا یہ قول پیش کرتا ہے۔

دِل بدست آور کہ حج اکبر است

کز ہزاراں کعبہ یک دِل بہتر است

اور نہیں سمجھتا کہ کسی مجوسی زادے نے ہمارے حجِ اکبر اور حرم کعبہ کی بے حرمتی کی ہے۔ یعنی کعبہ کو کافر کے دِل سے زیادہ حقیر بتایا ہے۔

② وَلَا تَشْتَرُوْا : کا جواب مولوی یہ دیتا ہے کہ خود صحابۂ رسول ﷺ قرآن بیچنے اور کھانے لگے تھے۔ اور حدیث شریف پیش کرتا ہے۔ (معاذ اللہ)

"چند صحابہ کسی گاؤں میں گئے جہاں سردار کو کسی سانپ نے ڈس لیا تھا۔ گاؤں والوں نے پوچھا کیا تمہیں منتر آتا ہے۔ صحابہ نے کہا ہاں۔ مگر ہم بلا معاوضہ منتر نہ پڑھیں گے۔ خیر معاوضہ طے ہو گیا تو ایک صحابی نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر پھونکا اور زخم پر تھوک دیا، سردار اچھا ہو گیا۔ اُس نے ایک ریوڑ بکریوں کا دے دیا۔

اب بعض صحابہ نے کہا یہ بکریاں لینا ٹھیک نہیں۔ تم نے اللہ کی کتاب پر اُجرت لی ہے جو جائز نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے رجوع ہوئے۔ آپ ﷺ نے کہا۔ تم سے کس نے کہا تھا کہ سورۃ فاتحہ منتر ہے۔ پھر فرمایا جن چیزوں میں تمہیں اُجرت لینے کا حق ہے اُن میں کتاب اللہ سب سے زیادہ قابلِ اُجرت ہے تم بکریاں لے لو بلکہ میرا بھی کچھ حصہ لگاؤ۔" (بخاری ج ۳ ص ۱۴۹)

گویا اِس ایک رِوایت نے قرآن کے حسبِ ذیل احکام منسوخ کر دیئے۔

① قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ○

(سُورۃ الشوریٰ۔ آیت ۲۳)

کہو میں تم سے صِلہ نہیں مانگتا۔

② لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ○

(سُورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۹۹)

اللہ کی آیات نہ بیچنا۔

③ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝۴

(سُورۃ الفلق۔ آیت ۴)

منتر پڑھنے والیوں کے شر سے بچا۔

یہ بات بُخاری صاحب نے معاذ اللہ اُن بزرگوں سے منسوب کی ہے جن کی شان میں خود اللہ تعالیٰ نے گواہی دے رکھی ہے کہ اَصحابِ رسول ﷺ اِن باتوں سے بَری تھے۔ اُن کا مرتبہ بہت بُلند و اَرفع تھا۔

لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۱۹۹

(سُورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۹۹)

یہ اللہ کا کلام نہیں بیچتے کہ تھوڑا سا دُنیاوی فائدہ اُٹھا لیں۔ اِن کا اَجر تو اُن کے رَب کے پاس ہے۔

یعنی وہ جو کچھ کرتے ہیں، اللہ کو خوش کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ اَپنے ذاتی فائدے کے لئے نہیں کرتے۔ مگر ہمارے یہ باطنی بزرگ معاذ اللہ صحابہ کرام

کے ساتھ خود رسولِ مقبول ﷺ کو بھی مُتّہم کر گئے کہ وہ اپنی کتاب کا حقِ تصنیف وُصول کرنے لگے تھے (بکریوں میں اپنا حصہ بھی لگا لیتے تھے) اور فرما گئے کہ کتابُ اللہ سے خُوب فائدہ اُٹھاؤ اُسے منتروں کی کتاب بنا ڈالو۔ چُنانچہ دیکھیے مجُوسی زادوں نے قُرآن کے حاشیوں پر تعویذوں کے نقُوش، سُورتوں کے فضائل، اِسمِ اعظم اور طِلسمِ اعظم لِکھ کر اُسے جادُو کی کتاب بنا دیا ہے اور سوچی سمجھی اِسکیم کے تحت کیا ہے تاکہ قُرآن کا مرتبہ گر جائے۔

(۳) وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ : آیتِ کریمہ کا تیسرا جزو جو بتلاتا ہے کہ جو لوگ قُرآن کے مُطابق حُکم نہ دیں اور فیصلے نہ کریں وہ کافر سمجھے جائیں۔

اور اپنے مولویوں کو دیکھیے جو قُرآن کی جگہ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں بلکہ حدیثوں میں لکھی ہوئی جھوٹی سچی شانِ نزول کی روشنی میں قُرآن کا ترجمہ غلط کر ڈالتے ہیں۔ یہ ہمارا بڑا دعویٰ ہے۔ مگر اِس کی ایک چھوٹی مثال دیکھیے۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾

(سُورۃ جن۔ آیت ۱۸)

جس کا ترجمہ کیا جاتا ہے:

مسجدیں سب اللہ کی ہیں۔ پس مت پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو۔

حتّٰی کہ شاہ رفیع الدین لکھتے ہیں:

مسجدیں واسطے اللہ کے ہیں پس مت پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو ....

عربی زبان سے ناواقفیت اور اندھے اعتقاد کی وجہ سے ہمارے اسلاف یہ نہ سمجھ سکے کہ اِس ترجمے میں شرارت کی گئی ہے یا تکتمون الحق کا ارتکاب کیا گیا

ہے۔ بلکہ یہ سمجھ کر چپ ہو گئے کہ قرآن میں ایسی ہی مُبہم باتیں درج ہیں جن کا سمجھنا مُحال ہے۔ (معاذ اللہ)

میں نے شاہ محمد اسمٰعیل شہید کی کتاب تقویۃ الایمان میں اَنَّ المسَاجِدَ کا ترجمہ بے شک سجدے اللہ ہی کے ہیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ آیتِ کریمہ مُبہم نہیں ہے بلکہ مولوی اُسے خاص وجوہ سے مُبہم بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ تھانوی علیہ الرّحمہ نے بھی اُسے تھوڑا سا گھما دیا اور لکھا ہے کہ

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾

(سورۃ جن۔ آیت ۱۸)

"جتنے سجدے ہیں وہ اللہ کا حق ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو۔"

اِس سے معلوم ہوا کہ ہمارے سلف صالحین قرآن کی باتوں کو کھول کر بتلانے یعنی صاف ترجمہ کرنے میں کچھ خطرہ محسوس کرتے تھے۔ اور وہ خطرہ یہی تھا کہ اگر اِس آیت کا ترجمہ یوں کر دیا جائے کہ: اپنے سجدے صرف اللہ کے لئے مخصوص کر دو اور کسی زندہ یا مُردہ کے سامنے نہ جھکو تو پھر لوگ اِن بزرگوں کو حضرت، حضور، سرکار، قبلہ و کعبہ، مولانا، سیدنا کیوں کہیں۔ اور جھک جھک کر سلام کیوں کریں۔ اَدب سے پیٹھ پھیرنا اور زانوئے اَدب تہہ کرنا کیوں قبول کریں۔ چنانچہ اِس کے خلاف جو حکم قرآن نظر آیا اُس کو چھپا دیا اور مُبہم بنا دیا۔ ورنہ مساجد لفظ سجدہ کی جمع اِسی طرح ہے جیسے قبر کی جمع مقابر یا رسم کی جمع مراسم ہے۔

اِمام بخاری کی تحقیر

ہمارے اسلاف کتنے بے عقل تھے جو اِس عقیدے پر ایمان لے آئے کہ بُخاری شریف قرآن کے بعد دُنیا میں سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔ اور اِس کے

مُضمرات پر غور نہ کر سکے کہ اگر قرآن اللہ کا کلام ہے تو بُخاری کا مرتبہ اللہ کے بعد دُوسرے سچّے مُصنّف کا ہو گیا۔ اور اگر قرآن رسُولؐ کا کلام ہے (جو کہنا کفر ہے) تو بُخاری صاحب رسُولؐ کی ٹکّر پر آ گئے۔ اور اصحابِ رسُولؐ و خُلفاء راشدین سے بڑھ گئے۔

بُخاریؒ نے جو کچھ کیا ہے وہ یہ ہے کہ تقریباً دو ہزار روایتوں اور قصّے کہانیوں کو گھما پھرا کر اور دُہرا کر سات ہزار احادیث بنا دیا ہے اور اُنہیں تیس پاروں میں پھیلا کر قرآن کے مُقابل کھڑا کر دیا ہے۔ یہی کام اُن کے باقی عجمی ساتھیوں نے کیا۔ بظاہر یہ ایک دُوسرے سے دُور رہے مگر سب اُسی باطنی تحریک کے تحت کام کر رہے تھے۔ جو شریعت کے مقابل طریقت اور نبوت کے مُقابل اِمامت کے عقائد پھیلانے میں سرگرم تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی روایتیں ہر فرقے کے لئے قابلِ قبول ہیں۔ شیعہ اگر بُخاری اور مُسلم سے مُتعہ، تقیہ، نوروز، عیدِ غدیر کے مسائل اخذ کرتے ہیں تو سُنّی عذابِ قبر، درُود، فاتحہ اور مُردہ پرستی کے اُصول سیکھتے ہیں۔ اور اہلِ سُنّت اُنہیں سے اپنی سُنّت پرستی کا جواز نکالتے ہیں۔ مُختصر یہ کہ اِسلام میں فرقہ بندی کے موجد یہی چھ عجمی (مجُوسی نژاد) بزرگ ہیں۔

فرقہ بندی کا عذاب

حالانکہ قرآنِ حکیم نے بار بار مُتنبہ کیا ہے کہ تُم کسی پیر، فقیر، بُزرگ، عالم یا مُجتہد کے پیرو نہ بنو۔ کیونکہ اِس سے قوم میں گروہ اور فرقے بن جاتے ہیں اور اِسلامی اِتحاد ختم ہو جاتا ہے۔ مُسلمان کو صرف اللہ اور رسُولؐ کا پیرو ہونا چاہئے اور یہ چیز قرآن کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے، کیونکہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس پر

نہ صرف دُنیا بھر کے مُسلمان بلکہ تمام اقوامِ عالم مُجتمع ہوسکتی ہیں۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

(سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۶۴)

اے اہلِ کتاب آؤ ہم متفق علیہ باتوں میں ایک دُوسرے کا ساتھ دیں وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اللہ کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور اپنے اپنے علیحدہ مولوی اور مولانا مقرر نہ کریں۔

جی ہاں یہی مولوی اور مولانا (اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ) معاشرے میں فساد کا باعث ہیں۔ یہی فرقے بناتے ہیں اور فرقے بنانا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں بلکہ وہ فرقوں سے بیزار ہے۔ سورۃ انعام میں فرمایا۔

هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ

(سورۃ انعام۔ آیت ۶۵)

اللہ اس پر قادر ہے کہ بھیجے تم پر عذاب اُوپر سے یا تمہارے پیروں کے نیچے سے یا پھر تمہیں (شیعہ) فرقے بنادے اور آپس میں لڑا کر مزہ چکھائے۔

یعنی فرقے بندی ایک قسم کا عذاب ہے جو کسی قوم پر مُسلط کر دیا جاتا ہے تاکہ آپس میں لڑتی رہے۔ جیسے ہندوستان میں شیعہ سُنی ہر سال لڑتے ہیں اور بہت سے مارے جاتے ہیں۔ حالانکہ مُسلمانوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

(سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۳۹۔ ۱۳۸)

یہ (قرآن) اِنسانیّت کا رہنما ہے اور نیکیوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے تُم نہ کسی سے ڈرو نہ غمگین ہو تُم ہی غالِب (فتح مند) رہو گے اگر صاحبِ اِیمان رہے۔

اور خُود ہی سوچئے کیا ہم اِس معیار پر پُورے اُترتے ہیں۔ اور نہیں تو کیوں جواب یہ ہے کہ ہم قرآنِ حکیم کی رہنمائی سے محرُوم ہیں اور ناواقف ہیں۔ دُوسرے ہم مُتّقی (خوفِ خُدا رکھنے والے) نہیں کہ اپنے مُعاشرے یا ہم وطنوں کے حقُوق سمجھیں اور اُن کو ادا کریں۔

اِسی وجہ سے ہماری وہ شان نہیں کہ ہم نہ ڈریں اور نہ غمگین ہوں۔ ہمیں ہِندُوستان سے خوف ہے، افغانستان سے خوف ہے، رُوس سے خوف ہے، امریکہ سے خوف ہے، بلکہ خُود اپنے ہم وطنوں سے خوف ہے، حاکِم محکُوم سے خائف ہے اور محکُوم حاکِم سے یعنی مُسلمان کو مُسلمان سے خوف ہے۔ پھر بھائی یہ وطن ہے یا چُوہے دان جہاں ہر چُوہا خائف ہے کہ نجانے پہلے کون پکڑا اور مارا جاتا ہے۔

اِسی لئے ہم اپنے دُشمنوں پر غالِب نہیں آتے مغلُوبیّت ہمارا مقسُوم ہے۔ یہ صدیوں سے ہم پر مُسلّط ہے کیُونکہ ہمارے اِیمان میں کھوٹ ہے۔

پس آیئے اِس قرآنی اِیمان کو تلاش کریں جو ہم میں وہ خُوبیاں پیدا کردے اور ہمیں پھر ایک بار مُسلمان بنادے۔

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کیا ہے؟

اِسلام کسی پارٹی یا فرقے کا نام نہیں۔ یہ ایک نِظامِ زندگی ہے جو قوانینِ فِطرت کے تابع ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾

(سُورۃ الفتح ۔ آیت ۲۳)

اللہ کی سُنّت (قوانینِ فِطرت) بدلتے نہیں ہیں۔

اِس سے معلوم ہُوا کہ غیر فِطری عقائد مثلاً جادُو ٹونا، کشف و کرامات، پیری بزرگی، وِلایت اِمامت، رُوحانی تصرُّفات اور کرشمے جو اِنسانی واہمے سے تعلّق رکھتے ہیں غیر اِسلامی چیزیں ہیں۔ اُن پر اِعتقاد رکھنا اِسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اِسی لئے ہمیں سکھایا گیا ہے کہ جب توہم پرستوں اور بد عقیدہ جاہل افراد سے غیر اِسلامی کرامات و کرشموں کا ذِکر سُنو تو فوراً یہ دُعا پڑھو۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

یعنی اللہ کے سوا میں کسی کی قُوّت اور ہیبت سے مرعُوب نہیں ہوتا۔

مُسلمان کا یہی جواب ہے۔

اسلام میں شامل ہونے کا حق

ہر شخص کو ہے خواہ وہ کسی مُلک و مِلّت سے تعلّق رکھتا ہو، کالا ہو یا گورا، پڑھا

لکھا ہو یا جاہل، دولت مند ہو یا مُفلِس، مرد ہو یا عورت، ہندو ہو یا عیسائی، کافر ہو یا مجُوسی، یہُودِی اور شیعہ سُنّی اور قادِیانی جو بھی چاہے اِس میں شامِل ہوسکتا ہے مگر تائب ہو کر۔

داخلے کی پہلی شرط

اِسلام میں داخِل ہونے کی پہلی شرط ہے خلُوصِ دِل سے سوچ سمجھ کر اور یقینِ کامِل کے ساتھ عہد کرے اور گواہی دے:

اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سِوا کوئی خُدا نہیں ہے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ تمام دُنیاوِی خُدا جنہیں مُختلف اَقوام پُوجتی ہیں باطِل ہیں۔ یعنی دیوی دیوتا۔ پیر، فقیر، بزُرگ، شیرِ خُدا، مُشکل کُشا، دستگیر، خواجہ وَغیرہ باطِل خُدا ہیں۔ نہ اللہ کا کوئی بیٹا ہے نہ کوئی اُس کا محبُوب ومعشُوق ہوسکتا ہے۔ کیُونکہ خالِق اور مخلُوق میں ایسے رِشتے قائم نہیں ہوسکتے۔ کُمہار سے یہ کوئی نہیں کہتا کہ سب سے بڑا گھڑا جو اُس نے بنایا ہے اُس کا بیٹا ہے یا دوست ہے۔ یہی حال اللہ اور اُس کی مخلُوق کا ہے۔ ایسا اِیمان یقیناً مُشکِل ہے مگر جو اتنی جُرات نہ رکھے وہ مُسلمان مومن بھی نہیں بن سکتا۔

یہ باتیں کِس نے بتائیں

اللہ نے اِنسان کو اَشرفُ الخلُوقات بنایا ہے ساری مخلُوق سے زیادہ عقل دِی

ہے، اُسے پسند نہیں کہ اِنسان جانوروں کی سی بے خبری کی زندگی بسر کرے۔ وہ وقتاً فوقتاً اُنہی میں سے کسی کو ہدایت و رہنمائی کے لئے چن لیتا ہے۔ جیسے اِنسانی تاریخ میں سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو شہر بابل میں یہ کام سونپا۔ اُنہوں نے نمرود کی شیطانی حرکتوں پر ٹوکا۔ اِسی طرح آخری بار ایک بزرگ سرزمینِ عرب میں پیدا کیا جسے ساری دُنیا کی رہنمائی کا کام سونپ دیا اور اُس نے چند سال میں اپنا کام خوش اُسلوبی سے انجام دے کر ایسی سرخروئی حاصل کی کہ آج چودہ سو سال بعد بھی ہم اُس سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

پس اُس کی خدمات اور اُس کے احسانات کے اِعتراف میں ہمیں ایک دُوسری گواہی دینی پڑتی ہے اور وہ اِس طرح سکھلائی گئی ہے:

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔

لیکن یہ اِعتراف ایک ثانوی چیز ہے۔ قرآنِ عظیم کے مطابق اللہ تعالیٰ صرف مسلمانوں ہی کا خالق و مالک اور رب نہیں ہے۔ وہ ساری کائنات کا خالق اور رب پالنے والا ہے اُس کی نوازش ساری اِنسانیت کے لئے ہے صرف مسلمانوں ہی کو ٹھیکہ نہیں دے رکھا ہے۔ وہ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

(سُورۃ بقرہ۔آیت ۶۲)

جو لوگ اِیمان لائے ہیں (مُسلمَان) اَور جو یہُودِی ہیں یا عیسَائی یا صَابِی (برہمن) اگر اللہ پر اِیمَان لائیں گے حِساب آخرت سے ڈریں گے اور اَچھے کَام کریں گے اُن کا صِلہ اللہ دے گا۔ وہ نہ کبھی خَوف زَدہ ہوں گے اور نہ کبھی غمگین ہوں گے۔

پَس یَاد رکھیے کہ اِیمَان کی تین شرطیں ہیں اور وہ کسی قوم مُلک، قبیلے، خاندان، نَسل یَا فِرقے کے لئے مخصُوص نہیں، قُرآن کی یہ دَعوت بَنِی نوع اِنسان یَعنِی ہر قوم و مِلت اور ہر فرد کے لئے ہے کہ جو بھی فرداً یا مجمُوعِی طور پر اِن شرائط کو پُورا کرے گا وہ اِطمینان و خُوشحَالی کی زِندگی بسر کرے گا۔

مگر یہ شرائط اِتنی آسان بھی نہیں کہ جو چاہے اُن کا مُدعی بن بیٹھے۔ یہ کَافِی سخت شرائط ہیں۔

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ : جو اللہ پر اِیمَان لائے۔ عِیسَائی اللہ پر اِیمان رکھتے ہیں۔ سَاتھ ہی عِیسیٰؑ کو خُدا کا بیٹا بھی مانتے ہیں۔ پَس مُشرک ہو گئے۔ ہِندُو برہمن آسمَانِی خُدا (اِیشور) پر اِیمَان رکھتے ہیں۔ مگر رَام چھمن کو پُوجتے ہیں پَس کافر ہیں۔ مگر مُسلمَان جو اللہ کے مقبُول بندے ہونے کے دعویدار ہیں۔ نجف اشرف، کربلائے مُعلّٰی، اجمیر شریف، بغداد شریف اور سیہون شریف جا کر مُرادیں مانگتے ہیں اور خاک چاٹتے ہیں۔ اور یا اللہ کے سَاتھ یا مُحمّد، یَا عَلِی، یا غوثِ اعظم، یا خواجہ

کے نعرے[1] لگاتے ہیں۔ کافر و مشرک نہیں ہوتے۔ خوب ہے۔

اللہ تعالیٰ تو صرف توحیدِ خالص کا مطالبہ کرتا ہے کہ اُس کے سوا اُس کے بندے کسی کے آگے نہ جھکیں بس اُس کی غیبی طاقت پر ایمان رکھیں جو اِس کائنات کی خالق اور چلانے والی ہے وہ جس طرح چاہتی ہے چلاتی ہے۔ کبھی برطانیہ کے چھوٹے سے جزیرہ کو برطانیہ عظمیٰ بنا دیتی ہے اور کبھی بھکاری جیسا کہ آج کل ہے اُسی نے امریکی چودھراہٹ کو خاک میں ملایا ہے۔ اُسی نے رُوسی نمرود جوزف اِسٹالن کے شیطانی منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لئے ہٹلر کو بھیجا اور کمیونزم کی کمر توڑ دی۔ اب ایمانِ کامل کی دُوسری شرط دیکھئے یہ قرآن کی زبان میں نہی عن المنکر کہلاتی ہے۔

یَوْمُ الْآخِرِ: آخرت کا دِن جب حساب کتاب ہوگا۔ جو لوگ اِس دِن کو نہیں مانتے وہ کافر ہیں۔ مگر ہندو بھی حساب کتاب کے قائل ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ مرنے کے بعد اعمال کے مُطابق جزا و سزا ہوگی اِس لئے اچھے کام زیادہ کرتے ہیں مُسافروں کے لئے دھرم شالے بنواتے ہیں۔ بیواؤں کے ودھوا آشرم، عوام کے لئے دوا خانے، مدرسے، کالج، حتّٰی کہ جانوروں کے لئے پانی پینے کے حوض سڑکوں کے کنارے بنا دیتے ہیں۔[2]

ہندو لین دین میں کھرے ہوتے ہیں، کسی کی ایک کوڑی بھی مارنا پاپ

---

[1] مُسلمان روافض کی نقل میں نعرۂ حیدری کے بدلے نعرۂ رسالت لگاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اِسلام کی عزت افزائی فرما رہے ہیں۔ حالانکہ یہ شرک ہے مُسلمان کے لئے اللہ کے سِوا کسی مُردہ یا زندہ طاقت کو پُکارنا شرک ہے اور شرک پر اِصرار کرنا ہی کُفر ہے۔

[2] مُسلمانوں نے کراچی کے تمام حوض جو جانوروں کے لئے تھے، اور پیشاب خانے جو ہندوؤں نے بنوائے ہوئے تھے۔ بیچ کھائے اور وہاں دوکانیں بنا لیں ہیں۔

سمجھتے ہیں۔ بھائی مسلمان قرض لے کر بھول جاتے ہیں۔ یہاں کے عوام ہی نہیں بلکہ حکومت بھی لنگوٹی میں پھاگ کھیلنے میں بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکی ہے۔

پس قرآن مجید کی رُو سے روزِ حساب پر ایمان نہ رکھنے کے معنی اسلام سے رُوگردانی ہے۔ اور روزِ حساب پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ بُرے کاموں اور گناہوں سے دُور رہے۔ اور ڈرے کہ کوئی پوچھنے والا پوچھ گچھ کرے گا اور بُرے اعمال کی سزا دے گا۔

لیکن ہمارے مولوی نے بتا رکھا ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ تمام گنہگاروں کو بخشوالیں گے۔ کسی کو دوزخ میں نہ جانے دیں گے۔ گویا معاذ اللہ حضور ﷺ ان بدکاروں اور گنہگاروں کے رسول ہیں۔

یہ فتنہ ایرانی مجوسیوں کا پھیلایا ہوا ہے۔ جنہوں نے جھوٹی روایتیں بنا کر حدیث شریف کے نام سے پیش کر دی ہیں۔ دراصل یہ عیسائی عقیدے کی بازگشت ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے صلیب پر چڑھ کر ساری دُنیا کے گناہوں کا کفّارہ دے دیا ہے اور دُنیا والوں کو گناہوں، حرام کاریوں اور بدکاریوں کی چھوٹ دے دی ہے۔

مگر مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ یعنی جو ذرہ بھر بھی بدی کرے گا اُسے بھگتے گا اور قیامت کے دن کے بارے میں فرماتا ہے۔ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا یعنی اُس دن سے ڈرو جب کوئی انسان کسی انسان کے کام نہ آئے گا۔

چنانچہ رسول مقبول ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرہ سے کہہ دیا ”مجھ سے جو چاہو یہاں مانگ لو آخرت میں مَیں تمہارے کام نہ آسکوں گا۔“

تو پھر گنہگاروں اور بدکاروں کی شفاعت کیا معنی؟ اُن کو شَفِیعُ المُذنِبِین (بدکاروں کا وکیل) کہنا کیسے روا ہو سکتا ہے۔

جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَمِ اتَّخَذُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُفَعَاءَ۔ یہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا شفاعتی بتلاتے ہیں۔ قُلْ لِلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیْعاً۔ کہہ دو کہ شفاعت تو اللہ کے اختیار میں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح مسلمانوں کو بھی دھوکے میں ڈال دیا گیا ہے کہ اِن کو گناہوں اور بدکاریوں کے باوجود بخش دیا جائے گا اور دُنیا کی دُوسری قوموں کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ یہ معاذاللہ اللہ کے عدل و اِنصاف پر صریح حملہ ہے اور قرآن کی تکذیب ہے۔ قرآن کا فیصلہ تو یہ ہے کہ ہر قوم و ملت کے بدکار گنہگار دوزخ میں جائیں گے اور نیک لوگ جنت کے حق دار ہوں گے۔ یہ فیصلہ ہندو مسلمان یہودی عیسائی سب کے لئے ہے اور آخرت پر اِیمان رکھنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ گناہوں اور برائیوں سے بچا جائے۔ اور اُن کی سزا سے ڈرا جائے۔

نَھِیْ عَنِ الْمُنْکَرْ: یعنی وہ کام جن سے عام کو روکا جائے۔ ہمارے قرآنِ حکیم نے تمام برائیوں کی نشاندہی فرما دی ہے۔ اور اُن کی سزائیں بھی مقرر کر دی ہیں۔ مگر ہمارا مولوی اِن پر نہ کبھی زبان کھولتا ہے نہ قلم اُٹھاتا ہے۔

جرائم

① زِنا و فحاشی کی سزا ہے۔ تادیب، کوڑے مارنا

(۲) قتل، ڈاکہ، زنا بالجبر کی سزا ہے۔ قتل یا سنگسار کرنا

(۳) چوری، خیانت اور غبن کی سزا ہے۔ ہاتھ کاٹنا

(۴) ظلم و جبر کی سزا ہے۔ آنکھ کے بدلے آنکھ، ہاتھ کے بدلے ہاتھ، دانت کے بدلے دانت یعنی جیسا ظلم ویسا بدلہ۔

(۵) بہتان یا تہمت لگانا

جس کے گواہ نہ ہوں۔ کی سزا ہے۔ کوڑے مارے جائیں۔

(۶) شراب اور دیگر منشیات کی سزا ہے۔ تادیب رُسوا کیا جائے۔

(۷) جھوٹ بولنا جھوٹی قسم کھانا، کی سزا ہے کہ لعنت بھیجی جائے رُسوا کیا جائے۔

(۸) حرام خوری، رشوت، سُود، بھیک یا صدقہ اور چندے وصول کرنا۔

یہ سب ذرائع مکروہ اور ناجائز قرار دیئے گئے تھے مگر یہاں شیرِ مادر سمجھے جاتے ہیں۔ اور ابتداء ہی سے بچّوں کو سبیل کا چندہ، محرّم کا چندہ، گیارھویں کا چندہ، مولود شریف کا چندہ مانگنا سکھا کر حرام خوری کا عادی بنا دیا جاتا ہے۔ تاکہ عمر بھر چندے مانگ کر کھاتے رہیں۔ اور کوئی شرم و حیا محسوس نہ کریں۔ افسوس کہ ہم ہندوستانی مسلمان برہمنوں کی طرح ایک بھکاری قوم بن گئے ہیں اور قومی طور پر بھی بھکاری ہیں۔ امریکن ایڈ، عرب ایڈ، نظام ایڈ، روسی ایڈ، چینی ایڈ حتّٰی کہ برطانیہ جیسے مفلوک الحال ملک سے بھی ایڈ لے کر جی رہے ہیں۔

(۹) جوا، سٹہ، لاٹری کی سزا کوڑے مارنا ہے کیونکہ اُن کے ذریعہ بھولے عوام کو لوٹا جاتا ہے۔ افسوس ہماری حکومت اِن جرائم کی پُشت پناہی کرتی ہے۔ بلکہ خود قرعے ڈلواتی ہے۔

(۱۰) بُغض و حسد کی آگ سے دُور رہنا چاہئے کہ یہ گلہائے شگفتہ کی سموم

ہے۔ بلکہ یہ اَسوَد سانحۂ اَفعیٰ بذاتِ خُود ایک قہرِ الٰہی ہے جو کسی قوم یا فرد پر مُسلّط کر دِیا جاتا ہے کہ وہ اَپنی ہی آگ میں جلتا اور کُڑھتا رہے۔ جیسے کمیونسٹ اَور روافض دُوسروں کی بدخُواہی میں لگے رہتے ہیں۔

وَاضح رَہے کہ اِن جرائم میں سے جو صرف اللہ کے جرائم ہیں اُن کو تو اللہ مَعاف کر سَکتا ہے۔ مگر جو مَخلُوق کے جرائم ہیں جیسے چورِی، زِنا، غیبت، دھوکہ دہی، ڈاکہ وَغیرہ وہ اللہ تعَالیٰ مَعاف نہیں کرتا۔ یہ مَظالِم ہیں، ظُلم کو مظلوم ہی مَعاف کر سَکتا ہے۔ یا اِس کا بدلہ لے اَور تلافِی کروائے۔

ہمارے یہاں اِن جرائم کی سَزا قید و بند ہے اَور یہ غیر اِسلامِی ہے۔ جس سے مَظلُوم پر کیئے گئے ظُلم کی تلافِی نہیں ہوتی۔ اَور جَیل کی سَزا تو دَراصَل عَوام کو سَزا دینا ہے کہ چور بھی جَیل میں، قاتِل بھی جَیل میں اَور غُنڈے بھی جَیل میں اَور اُن کی پرورِش کے اِخراجات قوم سے ٹیکسوں کے ذَرِیعہ وُصُول کیئے جاتے ہیں۔ اَور جب وُہی مُجرِم سَزا کاٹ کر واپس آتے ہیں تو پھِر قوم کے اَفراد ہی اِن کے دِیگر جرائم کا نِشانہ بنتے ہیں۔

حصُولِ اِنصاف کے لئے برسوں عَدالتوں کے چکّر لگوانا بھی ظُلم ہے جو حکُومت کر رہی ہے۔ مگر شاید اِس کے لئے حاکم اَور قاضی کا مُسلمَان ہونا شرط ہے۔ اَور وہ اَبھی دَستیاب نہیں، برطَانوی قانُون کو برطَانوِی غُلام کیسے بدل سکتے ہیں۔

اِس بحث سے وَاضح ہوگیا کہ دُوسرِی شرط یوم الآخرۃ پر اِیمان رکھنے کی اِتنی آسان نہیں جتنی کہ ہم سمجھتے ہیں۔ اِس کے لئے اَبھی مُعاشرے میں بڑی تبدِیلیوں کی ضرُورت ہوگی۔ آیئے اَب تیسرِی شرط دیکھیں جو اِیمان مُکمل کرنے کے لیے ضرُورِی ہے۔

عَمَلً صَالِحًا: اَچھے کام کرنا۔ وَاضح رَہے کہ اَچھے کام دو طرح کے ہیں۔ جنہیں شَرِیعت نے حقُوقُ اللہ اور حقُوقُ العِبَاد میں تقسیم کر دِیا ہے۔

اِنسَان چُونکہ اَشرَفُ المَخلُوقات ہے اِس پر دوہری ذِمہ داریاں ڈالی گئی ہیں۔ یعنی اَپنے مَالک اور پیدا کرنے والے کے حقُوق کے سَاتھ اَپنے مُعاشرے کی ذِمہ داریاں بھی سَنبھالے۔ پس دونوں کی مُختصر تعریف یہ ہوگی۔

الف حقُوقُ العِبَاد

(۱) اِنسَان کا بچّہ دُوسرے جَانوروں کے مُقابلے میں محنت، مُشقّت اور توجّہ سے پَل کر بڑا ہوتا ہے اِس لئے اِس پر مَاں بَاپ کی خِدمت اور اطاعت کی ذِمہ داری ڈالی گئی ہے۔

(۲) جب وہ خُود بَاپ بنتا ہے اُس پر بیوی بچّوں کی پرورش اور نگہداشت کی ذِمہ داری عائد ہو جاتی ہے تو اُسے زِیادہ محنت مُشقت کرنی پڑتی ہے۔ کہ اَپنے سَاتھ دُوسروں کا پیٹ بھرنا بھی سیکھے۔

(۳) پھر اُس پر مُعاشرے کی دیکھ بھال کی ذِمہ داری ہے کہ عزیز و اَقارب اور پڑوسیوں سے میل جول رکھے اُن کے دُکھ درد میں شَرِیک ہو اُن کی اِمداد کرے۔

(۴) اَب اگر صَلاحیت کچھ زِیادہ وَدِیعت ہُوئی ہے تو وہ اَپنی بَستی کے اَفراد کی خِدمت بھی قبُول کر لیتا ہے اور اَپنے مُعاشرے کا اِمام یا لیڈر بن جاتا ہے۔ اَچھے کام کیئے اور شُہرت پھیلی تو ایک دِن ایسے آدمی کو مُلک و قوم کا خَادِم بنا دِیا جاتا ہے۔ کِسی کا قول ہے۔ سَیِّدُ القَوْمِ خَادِمُھُمْ یعنی قوم کا سَردار وُہی بنتا ہے جو اُس کی خِدمت کر سکے۔

پس جب کوئی مرتبہ حاصل کر لیتا ہے تو وہ قوم اور ملک کی رہنمائی کے لئے چُن لیا جاتا ہے۔ اُسے بادشاہ، صدر یا خلیفہ کے القاب سے نوازا جاتا ہے۔ یہ اللہ کی دین ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے حاکم بنا دیتا ہے۔ اور ذِمہ داریاں سونپ دیتا ہے۔

یہ تھے بندوں کے حقوق جو اِنسان پر عائد کئے گئے ہیں اور اب دیکھئے اِنسان پر اُس کے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کے حقوق کیا ہیں۔

۲۔ حقوق اللہ

جو حسبِ ذیل ہیں:

① **صلوٰۃ:** یعنی اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کے احسانوں کا شکر ادا کرنا۔ اُس کی تعریف کرنا، اُس سے ہدایت و رہنمائی طلب کرنا، اُس سے مدد مانگنا۔ یہی عبادت ہے۔ یہ عبادت اِجتماعی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ اِس سے دُوسروں کو ترغیب ہوتی ہے۔ اور مسلمانوں میں اُخوت بڑھتی ہے۔ یہ کس طرح ادا کی جائے۔ مسجد میں جا کر دیکھئے جیسے سب کریں خود بھی کیجئے چودہ سو سال سے اِسی طرح ہو رہی ہے عبادت اللہ اور بندے کا معاملہ ہے۔ جو کہے کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی جاہل ہے۔ اِسی طرح ہاتھ باندھیں یا چھوڑیں، ناف کے اُوپر باندھیں یا نیچے، پاؤں کھول کر کھڑے ہوں یا جوڑ کر، پائنچہ اُونچا رکھیں یا نیچا یہ مولوی کا فساد ہے اُسے دُھتکار دیں۔ پتلون یا دھوتی میں نماز پڑھنا مولوی کی شرعی آزار سے زیادہ قابلِ تحسین ہے۔

② **صوم (روزہ):** سال میں ایک مہینے تک ضبطِ نفس کی مشق کرنا،

بھوک پیاس اور جنسی خواہشات پر دن بھر قابو رکھنا، یہ فوجی صلاحیت اور دُنیا کے سرد و گرم کا مقابلہ و مدافعت کے لئے تیار کرتا ہے تا کہ مسلمان ہر حال میں خوش رہنا سیکھے اِسی لئے عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو رعایت دی گئی ہے۔

③ **زکوٰة:** اللہ کو خوش کرنے کے لئے اپنی آمدنی سے حق داروں کا حق نکالنا اور اُن کی مدد کرنا زکوٰۃ ہے۔ یہ مالداروں پر فرض ہے یہ رقم حکومت کو وصول کرنی چاہئے۔ اگر حکومت اسلامی ہو۔ غیر اسلامی حکومت میں بطور خود ضرورت مندوں میں تقسیم کردے۔ پہلے قرابت داروں میں جن میں بہن بھائی بھی شامل ہیں اگر مستحق ہوں۔ پھر دوسرے غرباء و مساکین کو دے یا کسی تبلیغی یا تعلیمی ادارے کو دے دے۔

④ **حج:** بیت اللہ کی زیارت عمر میں ایک بار اگر استطاعت ہو فرض ہے۔ یہ آلِ اسمٰعیل (قریش) کی پرورش کا ٹیکس ہے۔ جو پانچ ہزار سال سے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق دِلا رہا ہے۔ وہ ایک غیر آباد جگہ میں بسائے گئے تھے اِس لئے اُن کا رزق پہنچانے کا یہ انتظام کیا گیا تھا۔ اِسلام نے اِسے جاری رکھا۔ تا کہ دُنیا بھر کے مسلمان سال میں ایک بار ایک جگہ جمع ہو کر اپنی اسلامی خدمات پر تبادلہ خیال کریں۔ اور ایک دُوسرے کے کام میں ہاتھ بٹائیں۔ اِس میں حکام و اعمال ممالک کا جمع ہونا اہم ہے نا کہ لنگڑے، لولے، اندھے، اپاہج اور معذوروں کا جو محض گناہ بخشوانے اور آبِ زمزم پینے چلے جاتے ہیں یا سونا خرید لاتے ہیں۔ سُنا ہے پاکستانی حاجی چرس بیچنے چلے جاتے ہیں جو کہ شرمناک ہے۔

⑤ **جہاد:** اللہ کے قانونِ فطرت یعنی اِسلام کا نظام ساری دُنیا میں قائم کرنے کی ذمہ داری لے کر رسولِ مقبول ﷺ تشریف لائے تھے۔ اُنہوں نے اپنے آخری پیغام میں اُمت کو اپنی ذمہ داری سونپ دی اور فرمایا۔ جو حاضر ہیں وہ

غائب کو میرا پیغام پہنچا دیں یعنی آنے والی نسلوں کو بتلاتے چلے جائیں کہ دینِ اسلام کو پھیلانا اُن کی ذمہ داری ہے اور یہی جہاد تھا۔ عربوں نے اِس کا حق ادا کر دیا۔ ایک سو سال کے اندر دینِ حق کا غلغلہ اُس وقت کی ساری معلوم دُنیا میں پہنچا دیا۔ اُن کے بعد عجمی، مجوسی اسلام پر حاوی ہو گئے۔ اُنہوں نے اسلام کو مسخ کر دیا۔ جہاد کو کشت و خون کہہ کر مذموم بنا دیا اور بالآخر اِسے ارکانِ اسلام سے خارج کر دیا۔ اور پھر روایتیں بنائیں کہ امام مہدی آئیں گے تو جہاد کریں گے اور امن قائم کریں گے اِس لئے جہاد ساقط ہو گیا۔ حتیٰ کہ نماز با جماعت بھی اُن کی واپسی تک ملتوی ہو گئی۔ مگر امام مہدی کو نہ نکلنا تھا نہ نکلے۔ البتہ یاجوج ماجوج آئے، دجال بھی پیدا ہوا اور حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اُتر کر ان سب کو تباہ کر کے چلے گئے اور یہاں انتظار ہی ہو رہا ہے۔

میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ یورپی اقوام ہی یاجوج ماجوج ہیں جو ساری دُنیا میں پھیل گئے۔ اُنہوں نے آگ پانی ہوا پر حکومت کی۔ ساری دُنیا کی پیداوار چاٹ گئے اور دریاؤں کا پانی خشک کر دیا جس سے سارے عالم میں خشک سالی اور قحط کے آثار پیدا ہو گئے ہیں اور رُوس کے جوزف اسٹالن صاحب دراصل دجال تھے جو ساری دُنیا کو اپنے سُرخ ریچھ کے ذریعہ ہڑپ کر جانا چاہتا تھا۔ اِس لئے اللہ تعالیٰ نے جرمنی کے ہٹلرِ اعظم کی شکل میں حضرت عیسیٰؑ کو بھیجا اُس نے یاجوج ماجوج کے ساتھ دجال کے بھی پرخچے اُڑا دیئے اور ساری دُنیا کو سامراج اور کمیونزم کے شیطان سے نجات دِلا دی اور غائب ہو گئے۔ اِس طرح اِسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے راہ ہموار ہو گئی۔ جس کے آثار ہم دیکھ رہے ہیں۔ اب باقی کام مسلمانوں کو کرنا ہے جن میں سب سے پہلا کام یہودی نسل کا خاتمہ ہے جو دُنیا

میں فِتنہ وفسادکی جڑ ہے۔لیکن اَبھی مُسلِم مُمالِک اِن کو پال رَہے ہیں۔پاکستان میں بھی باٹا، فانٹا، لیور بِرادرس، اِسٹیل بِرادرس کروڑوں رُوپے کما کر صیہونیت کی بھینٹ چڑھارہے ہیں۔

حاصلِ اشاعت

شاید آپ پُوچھیں کیا تُمہارے اِس ایک کِتابچے سے پاکستان کا اِسلام بدل جائے گا۔اَور وہ شکل اِختیار کرلے گا جس میں چودہ سو سال پہلے رسُولِ عربی عَلَیہِ الصَّلوٰۃ وَالسَّلام نے پیش کیا تھا تو جواب ہے۔جی نہیں۔

اِس رِسالے سے اَگر ہِندوپاک میں دَس نَوجوان بھی قُرآن سے رُجوع ہو گئے اَور اِس پر کام کرنے لگے تو میری ذِمہ داری خَتم ہو جائے گی۔اللہ تعالیٰ جس سے جتنا چاہتا ہے کام لیتا ہے۔اَور وہ اِس کی بِضاعت سے زِیادہ نہیں ہوتا۔قوم اَور مُلک کی اِصلاح کی ذِمہ داری حکُومتوں پر ہوتی ہے۔جیسا کہ کِسی کا قول ہے: اَلنَّاس عَلیٰ دِینِ مَلُوکِھِمْ ۔ اور مُلُوک یَعنی حاکموں کا اِنتخاب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ یُؤتِي الْمُلْکَ مَن تَشَاءُ ۔ وہ جس کو چاہتا ہے حکُومت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چِھین لیتا ہے۔بنگلہ دیش کی مِثال سے عِبرت حاصل کیجئے اُس نے مُجیب کو کھڑا کیا کہ لُٹیروں اَور غاصِبوں سے مُلک کو پاک کرے۔پھر خوندکر کو بھیجا کہ مُجیب کو ٹھکانے لگادے جو مُلک کو ہِندوؤں کے سُپرد کررہا تھا۔اَور اَب صائم کو بھیجا ہے کہ بنگالیوں کو پِھر اسلامی اُخوت کی تعلیم دے۔اللہ کے اِنتظامات اَیسے ہی ہوتے ہیں۔

عَربوں پر یہودیوں کو مُسلط کیا کہ اُن کو عیش پرستی کی سزادیں اَور اِتحاد وعمل

سکھائیں۔ اور دیکھ لیجئے اب وُہی عرب ساری اِسلامی دُنیا کی قیادت کی ذِمّہ داری سنبھال رہے ہیں۔ اَپنے بچھڑے اور منتشر مُسلمان بھائیوں کو جمع کر کے اقوامِ عالم سے اِسلام کی حقانیت اور عظمت کا لوہا منوا رہے ہیں۔

مگر ساتھ ہی ساتھ اِسلامی دُنیا کی تطہیر بھی جاری ہے۔ بنگلہ دیش کی چھانٹی آپ نے دیکھی ہے۔ لبنان، قبرص، فلسطین، اِری ٹیریا یا کشمیر، ہندوستان، فِلپائن، برما میں ناکارہ اور فاسد مادّہ اِسلام سے خارج کیا جا رہا ہے تا کہ خالص سونا رہ جائے جو اِسلامی معاشرے کی تعمیر میں کام آئے۔

پاکستان میں ہمارے کچھ دوست سوشلزم کا لبادہ اوڑھ کر کچھ اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ مُسلمانوں کو خانقاہوں، درگاہوں، اِمام باڑوں سے نکالنے میں کوشاں ہیں یہ کام اللہ تعالیٰ اُن سے لے رہا ہے۔ لیکن اگر سارا زور لوگوں کو مسجدوں سے نکالنے پر صَرف ہونے لگا تو یمن، عراق اور انڈونیشیا کے سوشلزم کا حشر اُن کو نہیں بھولنا چاہیئے۔

ہندوستان میں سُنا ہے یہ حضرات جن سنگھ میں شامل ہو کر اِسلام سے نبرد آزما ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ اِس طرح یہ خُود اِسلام کو پاک کر رہے ہیں۔ اب وہاں کے مُسلمان اُن کو اَپنا سمجھ کر دھوکہ نہ کھائیں گے یہ کتنا بڑا کام ہے جو اللہ نے اُن سے لیا ہے۔ بلکہ اب پاکستانی بچّوں کو بھی معلوم ہو رہا ہے کہ کون مُسلمان ہے اور کون نہیں۔ دینیات الگ ہونے سے یہ فائدہ ہُوا۔ یہ اِسلام کی فتح ہے۔ یعنی

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٩﴾

(سُورۃ یٰس۔ آیت ۵۹)

اور گنہگارو تم آج الگ ہو جاؤ۔

وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ ﴿۱۹﴾

(سُورۃ الانفطار۔ آیت۱۹)

اور اَب حُکم صِرف اللہ کا چلے گا۔

آپ دیکھ رہے ہیں اللہ کا حُکم چلنا شُروع ہو گیا ہے۔ برطانیہ کا سُورج غُروب ہو چُکا ہے۔ اَمریکی سامراج کی کمر ٹُوٹ گئی ہے۔ رُوس کی بے دِینی کے دِن پُورے ہو گئے ہیں اور دُنیا میں شیطانی طاقتوں میں اِنتشار پیدا ہو چُکا ہے ہِندوستان میں برہمنی چلتر کا سحر ٹُوٹ رہا ہے۔

اَب دُنیا قُرآن کے دِینِ فِطرت پر مُجتمع ہو گی جس کی کُل تِین شرائط ہیں۔

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ	یَوْمِ الْاٰخِرَۃ	عَمِلَ صَالِحاً
اللہ پر اِیمان لانا	حِساب کِتاب سے ڈرنا	اَچھے کام کرنا

اور جو قوم یا فرد اُنہیں ماننے سے اِنکار کرے گا وہ غَضبِ اِلٰہی کا شِکار ہو جائے گا جیسا کہ بتلا دِیا گیا تھا۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا نَحْنُ مُھْلِکُوْھَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اَوْ مُعَذِّبُوْھَا عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

(سُورۃ بَنی اِسرائیل۔ آیت ۵۸)

رُوئے زمین پر کوئی بستی نہ رہے گی جِسے ہم تباہ نہ کریں۔ روزِ حِساب سے پہلے یا عذاب نہ بھیجیں اور بڑا سخت عذاب۔ اِسی طرح لِکھا ہے ہماری کِتاب میں۔

☆☆☆☆☆

آخر میں اللہ تعالیٰ سے میری دُعاء ہے کہ
وہ اِس کِتابچہ سے اُمّتِ مُسلِمہ کو اَور طَالِبینِ
عُلُومِ شَرِیعت کو نفع پُہنچائے اَور مَیں اِبتداء
میں بھی اَور خاتِمہ پر بھی رَبُّ العِزَّت کی
حَمد کرتا ہُوں اَور اُس کے بَندے، رَسُول،
پَیغمبر اَور آخرِی نَبِی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ پر اللہ
اَپنی رَحمَتیں اَور سلَامتِی نازِل فرمَائے۔ (آمین)

وَمَا عَلَینَا اِلَّا البَلٰغُ المُبِینَ۔

اَحسَن عبَّاس

منجانب: آپ کا ایک خیر خواہ بھائی

رابطہ کیلئے پتہ
پوسٹ بکس نمبر 81 کراچی 74200

یہ کتاب مفت تقسیم کی گئی